ناشر

اعلی حضرت ایجوکیشنل اینڈ کلچرل سوسائٹی (توپسیا: کلکتہ)

(وذکر فان الذکر تنفع المؤمنین)

(سورہ ذاریات: آیت ۵۵)

شبہ کے سبب تکفیر کلامی سے انکار کی بحث

الطاری الداری اور علامہ عبدالباری

تحریر

طارق انور مصباحی

ناشر

اعلیٰ حضرت ایجوکیشنل اینڈ کلچرل سوسائٹی (توپسیا: کلکتہ)

نام رسالہ: الطاری الداری اور علامہ عبدالباری

تحریر: طارق انور مصباحی

اشاعت: ذی الحجہ ۱۴۴۵ھ

جون ۲۰۲۴ء

صفحات: ایک سو چوبیس (۱۲۴)

ناشر: اعلیٰ حضرت ایجوکیشنل اینڈ کلچرل سوسائٹی

(توپسیا: کلکتہ)

فہرست مضامین

مقدمہ	**6**
کرم شاہ ازہری اور اصحاب تاویل	**6**
کرم شاہ ازہری کے حقائق اور کتب ورسائل	10
فقہائے کرام اور علم عقائد وکلام	11
مسئلہ تکفیر کلامی اور فقہائے کرام	12
مسئلہ تکفیر کلامی اور تقلید متکلمین	13
فقہائے کرام کو علم عقائد حاصل کرنا لازم	17
امام بخاری اور علم فقہ میں تسامح	18
فقہ وعقائد کا دائرۂ بحث	21
باب اول	**22**
تکفیر تھانوی سے انکار اور الطاری الداری	**22**
فصل اول	**23**
الطاری الداری کا پس منظر	23
فصل دوم	**29**
ابتدائی مرحلہ میں دوبار توبہ	29
مراسلاتی مباحثہ مناظرہ نہ تھا، بلکہ مفاہمہ تھا	**33**
فصل سوم	**35**
تکفیر تھانوی سے انکار کا معاملہ	35

الطاری الداری میں تکفیر تھانوی کا ذکر کیوں آیا؟ 35

الطاری الداری میں تکفیر دیابنہ کا ذکر کیوں آیا؟ 39

فصل چہارم **41**

۱۹۱۷ء میں تکفیر تھانوی کے انکار سے توبہ 41

الطاری الداری اور توبہ دوم، سوم و چہارم 43

دوسرا توبہ نامہ 43

تیسرا توبہ نامہ 46

چوتھا توبہ نامہ 49

باب دوم **52**

اعتقادیات میں شبہ کے وقت شرعی حکم کیا ہے؟ 52

کافر کلامی کو کافر ماننا ضروری اور شبہ دور کرنے کا حکم 54

ضروریات دین وضروریات اہل میں توقف جائز نہیں 56

باب سوم **67**

کفریت قول وعدم کفر قائل کی تشریح 67

قول وفعل کفر اور قائل کافر نہیں 70

کفر فقہی اور متکلمین اسلام 70

کفر فقہی: اقسام واحکام 78

کفر فقہی ظنی کی تفصیل 80

ظنی واجتہادی مکفرات امام اعظم سے منقول نہیں 81
اجتہادی مکفرات میں ایک مذہب کے فقہا کا اختلاف 82
کفر فقہی ظنی کے مرتکب کا حکم 84
فقہا کے مذہب اول کا بیان 84
فقہا کے مذہب دوم کا بیان 86
قاضی مقلد ومفتی مقلد کے احکام 87
کفر فقہی سے متعلق امام اہل سنت کی تنقیح 90
باب چہارم 94
توبہ نامہ کے ایک سو ایک امور 94
محتمل الفاظ کا حکم جن میں احتمالات مساوی ہوں 94
محتمل الفاظ میں قائل سے سوال کا حکم 98
محتمل کلام میں کب حکم کفر نافذ ہوگا؟ 106
علامہ عبدالباری کے کلمات محتمل 106
چند محتمل کلمات کا تذکرہ 109
عبدالماجد دریا آبادی کی کتاب 111
ایک سو ایک امور کے مآخذ 113
خاتمہ 115
کن امور پر مراسلاتی مباحثہ جاری رہا؟ 115

مقدمہ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم::الحمد للّٰہ رب العٰلمین

والصلوٰۃ والسلام علیٰ شفیع المذنبین::وآلہ واصحابہ اجمعین

کرم شاہ ازہری اور اصحاب تاویل

کرم شاہ ازہری پر کرم فرمائی کرنے والے حضرات کئی سالوں سے اس کے کفر قطعی کی تاویل کررہے ہیں۔واضح رہے کہ ان کرم فرماؤں میں کوئی اہل نظر متکلم نہیں، لہٰذا ان کا منہ دیکھ کر اپنا دین وایمان تباہ وبرباد نہ کریں۔یہ کرم فرما حضرات یا تو مفتی ہیں یا علامہ۔

سال ۱۴۴۴ھ میں ان کرم فرماؤں کی جانب سے یہ تاویل کی گئی کہ اگر کسی کافر کلامی کی توبہ کی جھوٹی خبر مشہور ہو جائے تو اب اس کی تکفیر کلامی نہیں ہوگی، بلکہ تکفیر فقہی ہوگی جیسے حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی قدس سرہ العزیز نے اسماعیل دہلوی کی تکفیر کلامی کی تھی اور پھر اس کی توبہ کی جھوٹی خبر مشہور ہو جانے کے سبب اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے اس کی تکفیر فقہی کی۔اس نظریہ کے جواب میں ہم نے درج ذیل دو رسالے نشر کیے:

(1) توبہ کی شہرت کا ذبہ (2) تکفیر دہلوی اور الزامی جوابات

خاتم الفلاسفہ مجاہد آزادی حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اسماعیل دہلوی کی تکفیر فقہی کی تھی۔اس کی تفصیل ہمارے درج ذیل رسائل میں مرقوم ہے:

(1) تکفیر دہلوی اور علمائے اہل سنت وجماعت

(2) معروضات وتاثرات (حصہ چہارم ودیگر حصص)

(3) تکفیر فقہی میں من شک کا استعمال (4) سکوت دہلوی کا خیالی دعویٰ

(5) اسماعیل دہلوی اور اکابر دیوبند (6) حوالہ دکھاؤ! ایک لاکھ انعام پاؤ!

(7) عبارات شارح بخاری (8) الموت الاحمر اور الزامی جوابات

(9)ضروریات دین اور عہد حاضر کے منکرین (دفتر دوم وسوم)

(10)دیوبند وسراواں اور عناصر اربعہ(11) کافر کلامی اور کافر فقہی

(12) کفرلزومی اور فقہا ومتکلمین (باب یازدہم)

امسال کرم شاہ کے بعض کرم فرماؤں کا یہ نظریہ نمودار ہوا کہ کوئی شخص کسی شبہ کے سبب کسی کافر کلامی کے کفر کا انکار کرے تو وہ کافر کلامی نہیں، بلکہ کافر فقہی ہے جیسے شبہ کے سبب حضرت علامہ عبد الباری فرنگی محلی قدس سرہ العزیز نے تکفیر تھانوی کا انکار کیا تو امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان نے ان کی تکفیر کلامی نہیں کی۔اس کا جواب رسالہ حاضرہ میں مرقوم ہے۔

دراصل کافر کو کافر اعتقاد کرنا ضروری ہے اور جب سوال ہو تو اس کے کفر کا اقرار کرنا ضروری ہے۔جب علامہ عبد الباری نے تکفیر تھانوی کا انکار کیا تھا،اس وقت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے نہ ان پر کفر کلامی کا فتویٰ دیا، نہ کفر فقہی کا، پھر یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ شبہ کے سبب کفر کلامی کے انکار پر کفر فقہی کا حکم ہوتا ہے؟ نیز شبہ کے وقت شریعت اسلامیہ کا حکم یہ ہے کہ بندہ یہ اعتقاد رکھے کہ جو عقیدہ عند اللہ حق ہے، وہی میرا عقیدہ ہے اور پھر حق کی تلاش میں لگا رہے اور حق معلوم ہو جانے کے بعد اس کو تسلیم کرے۔بندہ کو انکار کا حق نہیں۔

اکابر دیوبند کی نام بنام شخصی تکفیر کلامی کا فتویٰ بھی فوراً نہیں دیا گیا تھا، بلکہ پہلے افہام وتفہیم کا سلسلہ جاری رہا۔دیوبندیوں کو شرعی احکام بتائے گئے۔مناظرے ومباحثے ہوئے۔ جانبین سے کتب ورسائل لکھے گئے۔ جب وہ لوگ توبہ ورجوع کے لیے بالکل راضی نہ ہوئے،تب تکفیر کلامی کا فتویٰ دیا گیا۔اس کی تفصیل ہمارے رسالہ:"کفریہ عبارتوں کی خبر اور عدم تکفیر"میں ہے۔کافر کو کافر اعتقاد کرنا لازم ہے اور افہام وتفہیم کے مرحلہ میں فتویٰ تکفیر نہیں دیا جاتا ہے، بلکہ ملزم کو توبہ ورجوع کی طرف مائل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

خاص کر جب ملزم مذہبی پیشوا ہو تو اس کو سمجھانے کی کوشش کی جاتی ہے،تاکہ وہ بھی حق کو قبول کرلے اور اس کے متبعین بھی اس کی توبہ ورجوع کے سبب راہ حق پر مستحکم ہو جائیں۔

ایسے مرحلہ میں امت مسلمہ کو اس کے قول وفعل کی قباحت وشناعت اور اس قول وفعل کا شرعی حکم بتا دیا جاتا ہے، تاکہ مومنین ایسے لوگوں سے دور ہو جائیں اور کسی فتنہ میں مبتلا نہ ہو سکیں۔ جب ملزم توبہ ورجوع نہیں کرتا ہے تو ملزم کا خاص شرعی حکم عوام کے لیے واضح کر دیا جاتا ہے۔ ابتدائی مرحلہ میں ملزم کی شخصی تکفیر کلامی نہ کرنے کا یہ مفہوم نہیں کہ جن علما کے لیے ملزم کا کفر واضح ہو چکا ہو، اور ان کے لیے تکلم ومتکلم وکلام میں کوئی احتمال بعید بھی نہ ہو، وہ ملزم کو مومن سمجھتے ہیں، بلکہ وہ افہام وتفہیم کے ذریعہ معاملہ کو حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

براہین قاطعہ کی قابل اعتراض عبارتوں پر علامہ غلام دستگیر قصوری علیہ الرحمۃ والرضوان اور خلیل احمد انبیٹھوی کے درمیان بہاول پور میں مناظرہ ہوا۔ مناظرۂ بہاول پور کے فیصلہ میں براہین قاطعہ کی غلط عبارتوں کے سبب خلیل احمد انبیٹھوی اور اس کے حامیوں کو خارج اہل سنت قرار دیا گیا، پھر امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے براہین قاطعہ کی عبارت کے سبب انبیٹھوی کی تکفیر کلامی کی۔ اس پر بعض مذبذبین کا اعتراض ہے کہ ماقبل کے علمائے اہل سنت نے انبیٹھوی کی تکفیر نہیں کی اور امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے انبیٹھوی کی تکفیر کر دی۔

دراصل مناظرۂ بہاول پور ابتدائی مرحلہ میں ہوا تھا، لہٰذا فیصلہ میں ایسا لفظ استعمال کیا گیا جو کافر کلامی کو شامل ہو۔ کافر کلامی وکافر فقہی وگمراہ تینوں اہل سنت سے خارج ہیں اور علمائے دین براہین قاطعہ کے کفریات دیکھ کر خود ہی انبیٹھوی کا شرعی حکم سمجھ جائیں گے۔

مناظرۂ بہاول پور کی روداد (تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل) کا عربی ترجمہ کر کے علامہ غلام دستگیر قصوری علیہ الرحمۃ والرضوان حرمین طیبین لے گئے۔ علمائے حرمین طیبین نے انبیٹھوی اور اس کے حامیوں کو کافر وزندیق قرار دیا۔ اگر انبیٹھوی کافر نہیں تھا تو علامہ غلام دستگیر قصوری نے ان تصدیقات کو اپنی کتاب تقدیس الوکیل میں کیوں شامل فرما لیا۔

انہوں نے علمائے حرمین طیبین سے کیوں نہ کہا کہ انبیٹھوی کافر نہیں ہے تو آپ حضرات اس کو کافر کیسے قرار دے رہے ہیں، نیز اگر خارج اہل سنت سے محض گمراہ مراد ہو تو

انبیٹھوی کو کافر قرار دینے کی صورت میں مناظرہ کے فیصلے کی تصدیق نہیں ہوگی، بلکہ تردید ہو گی۔اس سے واضح ہوگیا کہ فیصلہ میں خارج اہل سنت سے انبیٹھوی کی اصل حقیقت بتائی گئی ہے۔اس کی تفصیل ہمارے رسالہ: ''تقدیس الوکیل اور علامہ بابصیل''میں مرقوم ہے۔

یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہے کہ(1) جو کافر کلامی ہوگا، وہ بھی خارج اہل سنت ہوگا جیسے غلام احمد قادیانی (2) جو کافر فقہی ہوگا، وہ بھی خارج اہل سنت ہوگا جیسے اسماعیل دہلوی (3) جو بدعتی کافر کلامی اور کافر فقہی نہ ہو، وہ بھی خارج اہل سنت ہوگا جیسے روافض کا فرقہ تفضیلیہ۔یہ فرقہ کافر کلامی یا کافر فقہی نہیں،لیکن اہل سنت سے خارج ہے۔

براہین قاطعہ ۱۳۰۴ھ میں طبع ہوئی تھی۔اس وقت خلیل احمد انبیٹھوی بہاول پور کے نواب محمد صادق عباسی کے مدرسہ میں مدرس تھا اور انبیٹھوی مشہور عالم دین علامہ غلام دستگیر قصوری علیہ الرحمۃ والرضوان (م ۱۳۱۵ھ-۱۸۹۷ء) کے دوستوں میں سے تھا۔

علامہ قصوری براہین قاطعہ کی خلاف شرع اور گستاخانہ وکفریہ عبارتوں پر مطلع ہوئے۔ انہوں نے انبیٹھوی کو سمجھایا،لیکن انبیٹھوی نے رجوع سے انکار کیا۔انجام کار علامہ قصوری اور انبیٹھوی کے درمیان ۳:شوال المکرم ۱۳۰۶ھ مطابق ۱۸۸۹ء میں مناظرہ ہوا۔

بہاول پور کے نواب محمد صادق عباسی مناظرہ کے منتظم تھے،اور نواب عباسی کے پیر طریقت شاہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ مناظرہ کے فیصل تھے۔یہ تحریری مناظرہ تھا۔انبیٹھوی کی مدد کے لیے گنگوہی نے دیوبند سے محمود حسن دیوبندی کو بھیجا،لیکن وہابیہ مناظرہ ہار گئے۔

حضرت شاہ غلام فرید (۱۲۶۱ھ-۱۳۱۹ھ) علیہ الرحمہ نے علامہ قصوری کے حق میں فیصلہ دیا اور تحریر فرمایا کہ خلیل احمد انبیٹھوی وغیرہ وہابی ہیں اور اہل سنت وجماعت سے خارج ہیں۔اس فیصلہ کے بعد نواب بہاول پور نے انبیٹھوی کو ریاست بہاول پور سے نکال دیا۔

الغرض ابتدائی مرحلہ میں کبھی کسی حکمت کے سبب قائل کو صریح لفظوں میں کافر نہ بھی کہا جائے تو بھی شرعی حکم واضح کر دیا جاتا ہے،تاکہ ملزم غور وفکر کر کے توبہ ورجوع کر سکے اور

امت مسلمہ اس کے غلط نظریہ میں مبتلا نہ ہوسکے۔ جب ملزم ہٹ دھرمی اور اصرار کرے تو ملزم کی صریح تکفیر کی جاتی ہے۔ اکابر دیوبند کی تکفیر سے متعلق بھی یہی صورت درپیش آئی۔

کرم شاہ ازہری کے حقائق اور کتب ورسائل

(1) پیر محمد کرم شاہ بھیروی کی صلح کلیت کا انجام (از: سید بادشاہ تبسم بخاری)

یہ رسالہ ۶۷: صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ تحریر بشکل مضمون ستمبر ۱۹۹۷ء میں ماہنامہ کنز الایمان لاہور (ختم نبوت نمبر) میں کرم شاہ ازہری کی زندگی میں شائع ہوئی تھی۔ فاضل مضمون نگار نے کرم شاہ ازہری (۱۹۱۸ء-۱۹۹۸ء) سے ملاقات بھی کی تھی، لیکن کرم شاہ ازہری نے قاسم نانوتوی کے کفر کو تسلیم نہ کیا تھا۔ کرم شاہ ازہری کی موت اپریل ۱۹۹۸ء میں ہوئی تھی۔ یہ مضمون اس کی موت سے چھ سات ماہ قبل شائع ہوا تھا اور اس کی شہرت ہوئی۔

محترم جناب سید بادشاہ تبسم بخاری صاحب قبلہ نے مجھے بتایا کہ مضمون رقم کرنے سے قبل ہی میں نے کرم شاہ ازہری سے ملاقات کی تھی اور میں نے انہیں بتایا تھا کہ اگر آپ نے توبہ نہ کی یا رجوع نہ کیا تو میں آپ کے خلاف مضمون لکھوں گا۔ انہوں نے مجھے زوردار انداز میں جواب دیا کہ آپ چاہیں میرے خلاف کچھ لکھیں، میں کسی مسلمان کو کافر نہیں کہتا۔

روئے سخن پیر کرم شاہ کی طرف تھا اور موضوع سخن تحذیر الناس تھی، نیز میں نے ملاقات سے قبل کرم شاہ ازہری کو دو خط بھیجا تھا۔ اسی ملاقات میں کرم شاہ نے لکڑی کے ایک بکس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ آپ کے دونوں خط اس بکس میں پڑے ہوئے ہیں۔

میرا دوسرا خط فل اسکیپ سائز میں بیس صفحات پر مشتمل تھا جس میں اس کے رسالہ: ''تحذیر الناس میری نظر میں'' کا رد تھا، لیکن اس نے میرے کسی خط کا جواب نہیں دیا تھا۔

(2) کرم شاہ کے نظریات کا تنقیدی جائزہ (از: مولانا ہارون رشید: لاہور)

(3) ضیاء پاشی یا ضیاع کاری (از: حضرت علامہ مفتی ظہور احمد جلالی علیہ الرحمہ)

(4) کرم شاہ ازہری کے نظریات کا علمی محاسبہ (از: مولانا محمد فاروق رضوی: یوکے)

مؤخر الذکر کتاب میں علمائے کرام کے فتاویٰ بھی ہیں۔علمائے اہل سنت و جماعت نے تکفیر نانوتوی کے انکار اور اس کے باطل نظریات کے سبب کرم شاہ ازہری کی تکفیر کلامی کی ہے۔صفحہ ۲۵۳ میں فتویٰ تکفیر پر حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی تصدیق ہے۔

کرم شاہ ازہری کی تحقیقات وتصنیفات سے اس کی علمی قابلیت واضح ہے،لیکن علم عقائد اور فن کلام میں نہ اس کی مشغولیت تھی ،نہ ایسے لوگ اس منزل میں ہیں کہ اعتقادی مسائل میں ان کی باتوں کی طرف توجہ دی جائے۔غیر متکلمین کو خود بھی احتیاط کرنا چاہئے۔

فقہائے کرام اور علم عقائد وکلام

صدی دوم میں فقہ کا اطلاق تین فنون کے مجموعہ پر ہوتا تھا:(1)علم فقہ (2)علم تصوف (3)علم عقائد۔علم عقائد میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مشہور زمانہ تصنیف کا نام ''الفقہ الاکبر'' ہے۔متعدد اسلاف کرام نے اس کی شرح رقم فرمائی ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے علم فقہ کی درج ذیل تعریف منقول ہے:

(معرفة النفس ما له و ما عليه) (التوضیح:ص15-دارالکتب العلمیہ بیروت)

یہ تعریف مذکورہ بالا تینوں علوم وفنون پر صادق آتی ہے۔رفتہ رفتہ تینوں علوم مستقل اور جداگانہ علوم وفنون کی صورت اختیار کر گئے اور تینوں علوم کی مستقل تعریفات کی گئیں۔ شرح عقائد نسفیہ کے ابتدائی حصہ میں علم عقائد اور علم فقہ کی جدید تعریف مرقوم ہے۔

تینوں فنون کی مستقل کتابیں مرتب کی گئیں اور علم عقائد وعلم فقہ کے مستقل اصول بیان کیے گئے۔اب یہ تینوں مستقل اور جداگانہ علوم ہیں۔نہ ہر فقیہ متکلم ہے اور نہ ہی ہر متکلم فقیہ ہے۔غیر فقیہ متکلم کو فقہی فتاویٰ فقہائے کرام سے دریافت کرنا چاہئے اور غیر متکلم فقہائے کرام کو کلامی تحقیقات سے احتراز کرنا چاہئے اور دونوں طبقہ کو دونوں علم حاصل کرنا چاہئے۔یہی دونوں طبقات شرعی احکام بیان فرماتے ہیں۔متکلمین اعتقادی احکام بیان

کرتے ہیں اور فقہائے کرام عملی احکام بتاتے ہیں۔علمائے اسلام کے دیگر طبقات بھی مختلف طریقوں سے دینی خدمات انجام دیتے اور دین ومذہب کی صیانت وحفاظت کرتے ہیں۔

مسئلہ تکفیر کلامی اور فقہائے کرام

امام محمد غزالی شافعی (۴۵۰ھ-۵۰۵ھ) نے تحریر فرمایا کہ کفر کلامی کا فتویٰ صرف علمائے متکلمین نافذ کریں گے اور غیر متکلم فقہا کو ان کی تقلید لازم ہے۔غیر متکلم فقہائے کرام کو کفر کلامی کا فتویٰ نافذ کرنے کی اجازت نہیں،نہ ہی اختلاف کی اجازت ہے۔یہی حکم عوام کا بھی ہے کہ ان کو حکم شرعی ماننا ہے۔کوئی شبہ ہوتو علمائے کرام سے دریافت کر کے شبہ دور کریں۔جب حکم شرعی کا علم ہو چکا ہے تو حکم شرعی کے انکار کی کوئی گنجائش نہیں۔

امام غزالی قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:(**فاذا فَهِمتَ اَنَّ النَّظرَ فی التکفیر موقوفٌ علٰی جمیع هذه المقالات التی لا یَستَقِلُّ بِاٰحَادِهَا الا المبرزون– عَلِمتَ اَنَّ المُبَادِرَ اِلٰی تَکفِیرِ مَن یُخَالِفُ الاشعریَّ اَو غَیرَه جَاهِلٌ مُجَازِفٌ–وَکَیفَ یَستَقِلُّ الفَقِیهُ بمجرد الفقه بهٰذا الخطب العظیم–وَاَیُّ رُبعٍ من اربا ع الفقه یُصَادِفُ هذه العلوم.**

فاذا رَأَیتَ الفَقِیهَ الذی بضاعتُه مجردُ الفقه،یخوضُ فی التکفیر والتضلیل–فَاعرِض عنه وَلَا تَشتَغِل به قَلبَکَ وَلِسَانَکَ–فَاِنَّ التَّحَدِّیَ بالعلوم غَرِیزَةٌ فی الطبع–لَا یَصبِرَعَنهَا الجُهال–وَلِاَجلِه کَثُرَ الخلافُ بین الناس وَلَوسَکَتَ مَن لَا یَدرِی–لَقَلَّ الخِلَافُ بَینَ الخَلقِ)

(فیصل التفرقۃ بین الاسلام والزندقہ:ص74)

ترجمہ:جب تم نے سمجھ لیا کہ مسئلہ تکفیر میں غور وفکر مذکورہ تمام اصول وضوابط پر موقوف ہے جن کی تفصیل میں صرف ماہرین مستقل ہوتے ہیں تو تم نے جان لیا کہ جو امام اشعری یا

ان کے علاوہ کی مخالفت کرے،اس مخالف کی تکفیر میں جلد بازی کرنے والا جاہل اور خطرہ مول لینے والا ہے۔

اور فقیہ صرف علم فقہ کے سبب اس عظیم ذمہ داری کے لائق کیسے ہوگا ؟ وہ فقہی ابواب میں سے کس باب میں ان علوم کو پائے گا ، پس جب تم اس فقیہ کو تکفیر و تضلیل میں غور وفکر کرتا دیکھو جس فقیہ کی علمی دولت صرف علم فقہ ہو تو تم اس سے اعراض کرو ، اور اپنے دل وزبان کو اس میں مشغول نہ کرو ، کیوں کہ علوم وفنون میں کا مقابلہ آ رائی انسانی فطرت میں سرایت کر چکی ہے کہ جاہل لوگ بھی اس مقابلہ آ رائی سے پیچھے نہیں رہتے ہیں ۔اسی وجہ سے لوگوں کے درمیان اختلاف کی کثرت ہوگئی ۔ اگر نہ جاننے والا خاموش رہتا تو مخلوق خداوندی میں اختلاف ضرور کم ہوتا۔

خالص فقہائے کرام کو کلامی مسائل کی تحقیق سے پرہیز کرنا چاہئے ۔فقہی کتابوں میں کلامی اصول وضوابط بیان نہیں کیے جاتے ہیں ۔اگر فقہائے کرام کو کلامی واعتقادی مسائل کی تحقیق وتدقیق کرنی ہے تو انہیں فن عقائد وکلام کا ضروری علم حاصل کرنا چاہئے ۔

امام غزالی کی منقولہ بالا عبارت کے درج ذیل اقتباس کو بغور ملاحظہ کیا جائے ۔

(وَکَیفَ یَستَقِلُّ الفَقِیہُ بمجرد الفقہ بھٰذا الخطب العظیم–وَاَیُّ رُبعٍ من اربا ع الفقہ یُصَادِفُ ھذہ العلوم–فاذا رَأَیتَ الفَقِیہَ الذی بضاعتُہ مجردُ الفقہ،یخوضُ فی التکفیر والتضلیل–فَاعرِض عنہ وَلَا تَشتَغِل بہ قَلبَکَ وَلِسَانَکَ–فَاِنَّ التَّحَدِّیَ بالعلوم غَرِیزَۃٌ فی الطبع–لَا یَصبِرَ عَنھَا الجُھال)

مسئلہ تکفیر کلامی اور تقلید متکلمین

امام غزالی نے فرمایا کہ تکفیر کلامی کی دلیل قطعی ہوتی ہے، پس فقہا اسے سمجھ سکتے ہیں ۔ بالفرض اگر سمجھ میں نہ آئے تو بھی فقہا کو متکلمین کا فتویٰ تکفیر ماننا فرض ہے، جیسے کسی کو صدق

نبوت کی دلیل سمجھ میں نہ آئے تو بھی نبی کو نبی ماننا فرض ہے۔فقہا کو فتویٰ تکفیر سمجھ میں نہ آئے تو بھی ان کو متکلمین کا فتویٰ ماننا فرض ہے،اسی طرح عوام کو بھی متکلمین کا فتویٰ ماننا فرض ہے،خواہ ان کو دلیل کفر سمجھ میں آئے ،یا سمجھ میں نہ آئے ۔جب ان کو حکم کفر معلوم ہے تو اس حکم کو ماننا ہوگا۔نفس مسئلہ سمجھنا مشکل نہیں اور دلیل کفر سمجھنا ہر ایک کے لیے ضروری نہیں۔

مذہب شافعی میں اجماع شرعی میں غیر کافر بدعتی کا لحاظ ہوتا ہے،کافر بدعتی کا نہیں۔ اگر فقہائے شوافع کو کسی کافر بدعتی کے کفر کا علم نہ ہوسکا اور فقہا نے اس کافر بدعتی کے اختلاف کے سبب اجماع کو غیر منعقد سمجھا تو اس صورت کا حکم بیان کرتے ہوئے امام غزالی قدس سرہ العزیز نے تحریر فرمایا کہ اگر فقہا کو اس بدعتی کے غلط قول کا علم تھا تو فقہا پر لازم تھا کہ اس غلط قول کا حکم متکلمین سے دریافت کرتے اور پھر متکلمین کا فتویٰ ماننا ان پر لازم ہوتا۔

اگر فقہائے کرام کو اس بدعتی کے غلط قول کی اطلاع ہی نہیں تھی تو فقہائے کرام اس کی بدعقیدگی کے عدم علم کے سبب اس اجماع کو غیر منعقد قرار دینے میں معذور ہوں گے۔

امام غزالی قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:**(فان قیل:فَلَو تَرَکَ بَعضُ الفقهاء الاجماعَ بِخِلَافِ المبتَدِعِ المُکَفَّرِ اِذَا لَم یَعلَم اَنَّ بدعته تُوجِبُ الکُفرَ–وَظَنَّ اَنَّ الاجماع لاینعقد دونه–فَهَل یُعذَرُ من حیث اَنَّ الفقهاء لا یطلعون عَلٰی مَعرِفَةِ مَا یُکَفَّرُ بِه من التاویلات؟قلنا لِلمَسئَلَةِ صُورَتَانِ.**

(1)اِحدَاهُمَا اَن یَقُولَ الفقهاء:نحن لَا نَدرِی اَنَّ بدعته توجب الکفرَ اَم لَا؟ففی هذه الصورة لا یُعذَرُونَ فِیهِ اِذ یَلزَمُهُم مُرَاجَعَةُ علماء الاصول، ویجب علی العلماء تعریفُهم،فاذا اَفتوهُم بکُفرِه فعلیهم التقلید.

فَاِن لَم یَقنَعهُمُ التَّقلید–فَعَلَیهِمُ السُّوَالُ عن الدلیل،حَتّٰی اذا ذُکِرَ لهم دلیلُه،فَهِمُوهُ لَامَحَالَةَ–لِاَنَّ دَلِیلَهٗ قَاطِعٌ،فَاِن لَم یُدرِکهُ فَلَا یَکُونُ مَعذُورًا–کَمَن لَا یُدرِکُ دَلِیلَ صدق الرسول صلی اللّٰه علیه وسلم فانه لَا عُذرَ مَعَ

نَصبِ اللّٰہِ تَعَالٰی الادِلَّۃَ القَاطِعَۃَ.

(2)الصورۃ الثانیۃ اَن لَا یکونَ بَلَغَتہُ بِدعَتُہ وَعَقِیدَتُہ فَتَرَکَ الاِجمَاعَ لِمُخَالَفَتِہ فَھُوَ مَعذُورٌ فِی خَطَأہٖ وَغَیرُ مُوَاخَذٍ بِہٖ)

(المستصفٰی من علم الاصول: جلداول:ص184)

ترجمہ: پس اگر اعتراض ہو کہ اگر بعض فقہانے کافر بدعتی کی مخالفت کے سبب اجماع کو ترک کردیا (اجماع کو اجماع تسلیم نہ کیا)، جب کہ ان کو معلوم نہ ہو کہ اس کی بدعت کفر کا سبب ہے اور انہوں نے یہ سمجھا کہ اس بدعتی کے (اتفاق کے) بغیر اجماع منعقد نہیں ہوگا، پس کیا وہ فقیہ معذور ہوں گے، کیوں کہ فقہائے کرام کو ان تاویلات کی معرفت واطلاع نہیں ہوتی جن کے سبب تکفیر ہوتی ہے؟

ہم جواب دیں گے کہ مسئلہ کی دوصورت ہے:

(1) ان میں سے پہلی صورت یہ ہے کہ فقہائے کرام کہیں کہ ہمیں معلوم نہیں کہ اس کی بدعت کفر کا سبب ہے یا نہیں؟ پس اس صورت میں وہ معذور نہیں ہوں گے، اس لیے کہ ان کے لیے علمائے اصول (متکلمین) کی جانب رجوع ضروری ہے اور علمائے اصول پر انہیں (حکم شرعی) بتانا واجب ہے، پس جب علمائے اصول (متکلمین) فقہائے کرام کو اس بدعتی کے کفر کا فتویٰ دیں تو فقہا کو تقلید (متکلمین کا بیان کردہ فتویٰ کفر ماننا) لازم ہے۔

پس اگر فقہائے کرام کو تقلید پر قناعت نہ ہو تو انہیں دلیل دریافت کرنا لازم ہے، پھر جب انہیں دلیل کفر بتائی جائے گی تو یقینی طور پر وہ اسے سمجھ لیں گے، کیوں کہ دلیل کفر قطعی ہوتی ہے، پس اگر وہ دلیل کفر نہ سمجھ سکیں تو معذور نہیں ہوں گے، جیسے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی (رسالت ونبوت کی) صداقت کی دلیل کو نہ سمجھ سکے (وہ معذور نہیں)، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے قطعی دلائل (معجزات) قائم کرنے کے بعد کوئی عذر نہیں۔

(2) دوسری صورت یہ ہے کہ فقیہ کو اس بدعتی کی بدعت اور غلط عقیدہ کی خبر نہ پہنچی،

پس انہوں نے اس بدعتی کی مخالفت کے سبب اجماع کو ترک کر دیا تو وہ اپنی خطا میں معذور ہیں اور ان سے مواخذہ نہیں ہوگا۔

جب متکلمین کفر کلامی کا فتویٰ صادر کر دیں تو فقہائے کرام کو تقلید لازم ہے، یعنی اس حکم شرعی کو ماننا لازم ہے۔ اگر فقہا اس تکفیر کی دلیل دریافت کریں تو متکلمین دلیل تکفیر بیان کریں گے اور فقہا یقینی طور پر اس دلیل کو سمجھ لیں گے، کیوں کہ تکفیر کلامی کی دلیل قطعی بالمعنی الاخص ہوتی ہے۔ اس میں احتمال بعید بھی نہیں ہوتا ہے۔ وہ دلیل بالکل واضح ہوتی ہے۔

اگر فقہا کو دلیل تکفیر سمجھ میں نہ آئے تو بھی انہیں فتویٰ تکفیر ماننا لازم ہے۔ امام غزالی قدس سرہ العزیز کے قول (فَاِن لَم یُدرِکهُ فَلَا یَکُونُ مَعذُورًا) سے بالکل واضح ہو گیا کہ جو کافر کلامی کے کافر کلامی ہونے کے دلائل کو نہ سمجھ سکے، وہ معذور نہیں ہے، بلکہ اس کو حکم شرعی ماننا ہوگا جیسے کسی کو حضور اقدس علیہ السلام کی نبوت ورسالت کی صداقت وحقانیت کی دلیل سمجھ میں نہ آئے تو وہ معذور نہیں، بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نبی نہ ماننے کے سبب وہ شخص کافر ہوگا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے دلائل قائم فرما دیئے، یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کو ثابت کرنے کے واسطے معجزات ظاہر فرما دیئے۔ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے معجزات ان کی نبوت کی صداقت کے قطعی دلائل ہیں۔

امام غزالی کے قول (فعلیہم التقلید) سے واضح ہو گیا کہ فقہائے کرام کو متکلمین کے بیان کردہ حکم سے اختلاف کی اجازت نہیں ہے، نیز یہ بھی معلوم ہو گیا کہ غیر متکلم کے لیے مسئلہ تکفیر کلامی تقلیدی ہے۔ یہ بات عقل کے مطابق ہے اور یہی حکم قرآنی ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: (فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ) ، یعنی جو مسئلہ جس کی قوت سے باہر ہو، وہ اس مسئلہ کو خود سے حل کرنے کی کوشش نہ کرے، بلکہ اہل علم سے دریافت کرے۔

فقہی مسائل میں اس قدر احتیاط ہے کہ امام مجتہد کی تقلید لازم قرار پائے اور اعتقادی مسائل کو ہر شخص حل کرنے لگے، یہ بات عقل ونقل کے خلاف ہے۔ جب مسئلہ تکفیر کلامی میں

فقہائے کرام کو اختلاف کی اجازت نہیں تو عوام مسلمین کو بھی اختلاف کی اجازت نہیں۔

غیر مقلدین کی طرح ہر شخص قرآن وحدیث سے شرعی مسائل کا استنباط کرنے لگے تو (فَسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ) کا کیا مفہوم ہوگا؟ ہر فن کے مسئلہ کا حل اس فن کے ماہرین کرتے ہیں، پس کلامی مسائل کا حل ماہر متکلمین کریں گے۔ عہد حاضر میں بعض اصحاب علم وفضل فقہی اصول وضوابط اور فقہی جزئیات کی روشنی میں کلامی مسائل حل کرنے لگے ہیں۔ ہم نے اس قسم کی بعض تحقیقات کی نشان دہی اپنی تحریروں میں کی ہے اور ایسے نظریات کا رد کیا ہے، تاکہ دین ومذہب محفوظ رہے اور اصحاب تحقیق احتیاط کریں۔

اگر ماوشما سے کبھی لغزش وخطا سرزد ہوجائے تو رجوع کیا جائے۔ دیوبندیوں اور وہابیوں کی طرح قیل وقال اور ضد واصرار نہ کریں، نہ ہی تاویلات باطلہ کے سمندر میں چھلانگ لگائیں۔ بہت سے لوگ تاویلات باطلہ کے سبب ضلالت وکفر میں مبتلا ہوگئے۔ اگر آپ کی صحیح بات پر کوئی شخص سوال کرے تو دلائل کی روشنی میں اپنے موقف کی وضاحت کریں۔

فقہائے کرام کو علم عقائد حاصل کرنا لازم

چوں کہ ماضی قریب سے یہ طریق کار رائج ہے کہ سائلین اعتقادی اور فقہی دونوں قسم کے مسائل کے لیے دارالافتا کی طرف رجوع کرتے ہیں، لہٰذا ایسی صورت میں لازم ہے کہ فقہائے کرام علم عقائد سے اس حد تک واقف ہوں کہ سوالات کے صحیح جوابات دے سکیں۔

مشہور مقولہ ہے: (مَا لَا يُدْرَكُ كُلُّهٗ لَا يُتْرَكُ كُلُّهٗ) جو چیز مکمل حاصل نہ ہو سکے تو اسے بالکل ترک نہ کیا جائے، بلکہ جس قدر حاصل ہوسکے، اتنی مقدار میں حاصل کرنے کی کوشش کی جائے، لہٰذا مفتیان کرام اپنی مصروفیات سے کچھ حصہ نکال کر علم عقائد کا مطالعہ کریں۔ دین ومذہب کے ذمہ داروں کو اپنے بلند منصب کا لحاظ رکھنا چاہئے اور قومی ضروریات کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ اگر بندہ ہمت کرے تو توفیق الٰہی بھی اس کی دستگیری فرمائے۔

امام بخاری اور علم فقہ میں تسامح

علم حدیث میں امام بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان کی بلندی شان اورعظمت ومہارت مسلمات میں سے ہے،لیکن جب وہ علم فقہ کی طرف آئے تو تسامح نے ان کا استقبال کیا۔

عہد حاضر میں علم کلام کو ایک مستقل حیثیت نہیں دی جاتی ، بلکہ فقہائے کرام اس کوعلم فقہ کا ایک ذیلی شعبہ سمجھنے لگے ہیں ۔نتیجہ وہی ہوا جو امام بخاری کوعلم فقہ میں درپیش ہوا تھا۔

(1)امام اکمل الدین بابرتی حنفی (م ۷۸٦ھ) نے رقم فرمایا:(**نقل ان الامام محمد بن اسماعیل البخاری صاحب الصحیح افتٰی فی بخارٰی بثبوت الحرمة بین صبیین ارتضعا شاةً–فاجتمع علمائها علیه وکان سبب خروجه منها– واللّٰه سبحانه اعلم–ومن لم یدق نظره فی مناطات الاحکام وحکمها، کثرخطؤه وکان ذلک فی زمن الشیخ ابی حفص الکبیر**)

(العنایۃ فی شرح الہدایہ: جلدسوم:ص 457)

ترجمہ:منقول ہے کہ امام بخاری قدس سرہ العزیز نے بخاریٰ میں ایک بکری کا دودھ پینے والے دو بچوں کے درمیان حرمت رضاعت کے ثبوت کا فتویٰ دیا،پس بخاریٰ کے علما ان کے خلاف جمع ہوگئے اور یہی ان کے بخاریٰ سے نکلنے کا سبب بنا: واللہ تعالیٰ اعلم

اور جو احکام کے مبانی اوراس کے حکم میں دقیق نظر نہ رکھتا ہو،اس سے خطاً بہت ہوتی ہے اورامام بخاری کا یہ واقعہ شیخ ابوحفص کبیر(۱۵۰ھ-۲۱۷ھ) کے زمانے میں ہوا۔

(2) حافظ عبدالقادر مصری اورتقی الدین غزی نے رقم فرمایا:(**قال شمس الائمة: قدم محمد بن اسماعیل البخاری ببخارٰی فی زمن ابی حفص الکبیر وجعل یفتی فنهاه ابو حفص وقال:لَسْتَ بِاَهْلٍ لَهُ–فلم ینته حتّٰی سُئِلَ عن صبیین شربا من لبن شأة او بقرة–فافتٰی بثبوت الحرمة فاجتمع الناس علیه**

و اخرجوه من بخارٰی–والمذهب انه لارضاع بینهما لان الرضاع یعتبر بالنسب و کما لا یتحقق النسب بین بنی اٰدم والبهائم فکذلک لا یثبت حرمة الرضاع بشرب لبن البهائم) (الجواہر المضیئۃ فی طبقات الحنفیہ: جلداول:ص 67-الطبقات السنیۃ فی تراجم الحنفیہ: جلداول:ص103)

ترجمہ: امام بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان حضرت امام ابوحفص کبیر حنفی قدس سرہ العزیز کے زمانے میں بخاریٰ آئے اورفتویٰ دینے لگے، پس امام ابوحفص کبیر حنفی نے انہیں منع فرمایا اور کہا کہ آپ اس کے اہل نہیں ہیں تو وہ نہ مانے، یہاں تک کہ دو بچوں کے بارے میں سوال کیا گیا جو ایک بکری یا ایک گائے کا دودھ پئے، پس انہوں نے حرمت رضاعت کا فتویٰ دیا تو لوگ ان کے خلاف جمع ہو گئے اور ان کو بخاریٰ سے نکال دیئے اور مذہب یہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان حرمت رضاعت نہیں ہے،اس لیے کہ رضاعت نسب کے اعتبار سے ہوتی ہے اور جیسا کہ بنی آدم اور حیوانات کے درمیان نسب ثابت نہیں ہوتا،اسی طرح حیوانات کا دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔

(3)اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے ''الفضل الموہبی'' میں رقم فرمایا:

''پھر **چوتھی منزل** تو فلکِ چہارم کی بلندی ہے جس پر نورِ اجتہاد سے آفتاب منیر ہی ہو کر رسائی ہے۔امام ائمۃ المحدثین محمد بن اسمٰعیل بخاری سے زیادہ ان میں کون منازل ثلٰثہ کے منتہیٰ کو پہنچا، پھر جب مقام احکام ونقص وابرام میں آتے ہیں، وہاں صحیح بخاری وعمدۃ القاری وغیرہا بنظر انصاف دیکھا چاہیے۔بکری کے دودھ کا قصہ معروف ومشہور ہے۔

امام عیسیٰ بن ابان کے اشتغال الحدیث، پھر ایک مسئلہ میں دو جگہ خطا کرنے اور تلامذۂ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے ملازم خدمت بننے کی روایت معلوم وماثور ہے۔

ولہٰذا امام اجل سفیان بن عیینہ کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وامام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے استاد اور امام بخاری وامام مسلم کے استاذ الاستاذ اور اجلہ ائمہ محدثین وفقہائے مجتہدین وتبع

تابعین سے ہیں، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، ارشاد فرماتے ہیں:

(الحديث مضلّة الا للفقهاء) حدیث سخت گمراہ کرنے والی ہے، مگر مجتہدوں کو۔

علامہ ابن الحاج مکّی مدخل میں فرماتے ہیں: **(يريد انّ غير هم قد يحمل الشیء علٰی ظاهره وله تاويل من حديث غيره–او دليل يخفى عليه–او متروك اوجب تركه غير شیء مما لايقوم به الا من استبحر وتفقه)**

یعنی امام سفیان کی مراد یہ ہے کہ غیر مجتہد کبھی ظاہر حدیث سے جو معنی سمجھ میں آتے ہیں ،اُن پر جم جاتا ہے، حالاں کہ دوسری حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ یہاں مراد کچھ اور ہے، یا وہاں کوئی اور دلیل ہے جس پر اس شخص کو اطلاع نہیں، یا متعدد اسباب ایسے ہیں جن کی وجہ سے اس پر عمل نہ کیا جائے گا۔ ان باتوں پر قدرت نہیں پاتا، مگر وہ جو علم کا دریا بنا اور منصبِ اجتہاد تک پہنچا۔

خود حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

(نضر اللّٰه عبداً سمع مقالتی فحفظها ووعاها واداها–فربّ حامل فقه غير فقيه–وربّ حامل فقه الٰی من هو افقه منه)

(اخرجہ الامام الشافعی والامام احمد والدارمی وابوداؤد والترمذی وصححہ وابن ماجۃ والضیاء فی المختارۃ والبیہقی فی المدخل عن زید بن ثابت والدارمی عن جبیر بن مطعم ونحوہ احمد والترمذی و ابن حبان بسند صحیح عن ابن مسعود والدارمی عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہم اجمعین)

(اللہ تعالیٰ اس بندے کو سرسبز کرے جس نے میری حدیث سن کر یاد کی اور اسے دل میں جگہ دی اور ٹھیک ٹھیک اوروں کو پہنچادی کہ بہتیروں کو حدیث یاد ہوتی ہے، مگر اس کے فہم وفقہ کی لیاقت نہیں رکھتے اور بہتیرے اگرچہ لیاقت رکھتے ہیں، دوسرے ان سے زیادہ فہیم وفقیہ ہوتے ہیں) (امام شافعی، امام احمد، دارمی، ابوداؤد اور ترمذی نے اس کی تخریج کی اور اس کو صحیح قرار دیا، نیز اس کی تخریج کی ابن ماجہ، ضیاء نے مختارہ میں اور بیہقی نے مدخل میں،

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور دارمی و احمد نے جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور ترمذی و ابن حبان نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور دارمی نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، اللہ تعالیٰ ان سب پر راضی ہو۔ت)

فقط حدیث معلوم ہو جانا فہمِ حکم کے لیے کافی ہوتا تو اس ارشادِ اقدس کے کیا معنی تھے''۔

(الفضل الموہبی: فتاویٰ رضویہ: جلد 27:ص 72-74- جامعہ نظامیہ لاہور)

ہر محدث مجتہد نہیں ہوتا ہے ،لیکن ہر مجتہد محدث ضرور ہوتا ہے۔تمام مجتہدین اسلام محدث تھے۔اجتہاد واستنباط کے ملکہ کے بغیر محدثین کا اجتہاد واستنباط کرنا درست نہیں۔

فقہ وعقائد کا دائرۂ بحث

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے علم فقہ وعلم عقائد کا دائرۂ بحث بیان کرتے ہوئے رقم فرمایا:''یہ بحث اگرچہ افعال مکلفین سے متعلق ہے،مگر فقہ کا دائرہ تو حیثیت حلال وحرام تک منتہی ہو گیا۔آگے کفر واسلام،اگر چہ یہ اعظم فرض، وہ اخبث حرام،مگر اصالۃً اس مسئلہ کا فن علم عقائد وکلام۔وہاں تحقیق ہو چکا ہے کہ جب تک ضروریات دین سے کسی شئ کا انکار نہ ہو،کفر نہیں''۔(فتاویٰ رضویہ: جلد نہم:ص 943- جامعہ نظامیہ لاہور)

فقہ میں بندوں کے افعال سے بحث ہوتی ہے کہ وہ حلال ہیں یا حرام۔ایمان وکفر کی بحث کا تعلق علم عقائد وفن کلام سے ہے۔ایمان فرض ہے اور کفر حرام ہے،لیکن اس فرض وحرام کی اصل بحث علم کلام میں ہوتی ہے۔اگر کسی مفتی اور کسی علامہ کو کلامی مسائل کی تحقیق کرنا ہے تو علم عقائد وفن کلام میں محنت ومشقت کریں اور بوقت لغزش رجوع کریں۔

مزید تفصیل ہمارے رسالہ:''علم عقائد وکلام:تعلیم اور ضرورت''میں مرقوم ہے۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم وآلہ العظیم

طارق انور مصباحی

03: ذی الحجہ 1445 مطابق 10: جون 2024= بروز: دوشنبہ

باب اول

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ واصحابہ اجمعین

تکفیر تھانوی سے انکار اور الطاری الداری

کسی علم وفن میں لغزش کے متعدد اسباب ہو سکتے ہیں۔ان میں ایک اہم سبب اس علم وفن کے اصول وقوانین سے ناآشنائی ہے۔عصر حاضر میں علمائے کرام علم عقائد وفن کلام میں مشغولیت ومصروفیت نہیں رکھتے ،لیکن بعض اہل علم کو خیال گزرتا ہے کہ وہ اہل نظر متکلم ہیں۔

اس خیال کو تہس نہس اور نیست ونابود کر کے انہیں علم عقائد وفن کلام کی جانب متوجہ کرنا ہمارا مقصد ہے،تاکہ ان کے اور امت مسلمہ کے دین وایمان کی حفاظت کی جا سکے۔

عہد حاضر میں فقہائے کرام نے اعتقادی احکام وکلامی مسائل پر بحث وتحقیق شروع کر دی ہے، حالاں کہ مفتیان کرام کا یہ منصب نہیں۔غیر متکلم فقہائے کرام اعتقادی مسائل میں فیصلہ کی منزل میں نہیں ہیں،لہٰذا دین ومذہب کی حفاظت کے واسطے اس مقدس جماعت کی اعتقادی تحقیقات پر تبصرہ کیا جائے ،ان کی کلامی تدقیقات کا تجزیہ کیا جائے ،تاکہ یہ نفوس قدسیہ علم عقائد وفن کلام کی معتد بہ معرفت حاصل کریں یا پھر اپنے دائرۂ کار تک محدود رہیں۔

مفتیان کرام کے علاوہ عہد حاضر میں ایک طبقہ کو ''علامہ'' کہا جاتا ہے۔یہ وہ طبقہ ہے جو مختلف علوم وفنون کی معتد بہ معرفت وآشنائی رکھے ،لیکن علامہ ہونا الگ ہے اور اہل نظر متکلم ہونا الگ۔اگر وہ علم کلام سے مشغولیت رکھتے ہوں تو کلامی مسائل کی تحقیق کریں،ورنہ اپنے منصب کا لحاظ کرتے ہوئے خموشی اختیار کریں۔ایسوں کی خموشی مذہب کو تقویت فراہم کرے گی اور ایسوں کی تحقیق ملت اسلامیہ کے لیے مصیبت لائے گی،لہٰذا احتیاط لازم ہے۔

اگر مذہبی پیشواؤں کے قابل بحث اقوال وافعال پر بحث نہ کی جائے تو عصر حاضر میں دین ومذہب کی حفاظت وصیانت مشکل ہے، کیوں کہ عہد حاضر میں بے احتیاطی نظر آتی ہے۔

فصل اول

الطاری الداری کا پس منظر

(1) امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے ایک مکتوب میں رقم فرمایا: ''کفریت قول کافریت قائل نہیں۔آپ کا فرق نہ کرنا عجیب''۔(الطاری الداری: حصہ اول:ص 17)

(2) ''اجمالاً اتنی گزارش کہ کفر قائل وکفریت قول میں فرق ہونا پہلے عرض کر چکا ہوں''۔

(الطاری الداری: حصہ دوم:ص 23-حسنی پریس بریلی شریف)

مذکورہ بالا دونوں اقتباس سے کسی کو یہ خیال گزر سکتا ہے کہ اگر کافر کلامی کے کفر میں کسی کو شبہ ہو جائے اور اس شبہ کے سبب وہ اس کافر کلامی کی تکفیر نہ کرے تو وہ کافر فقہی ہوگا۔

اس شبہ کا سبب یہ ہوگا کہ علامہ عبدالباری فرنگی محلی نے تھانوی کی تکفیر کا انکار کیا تھا اور امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے الطاری الداری کے دو مکتوب میں رقم فرمایا ہے کہ کفریت قول کفر قائل نہیں، لہٰذا کوئی یہ سمجھ سکتا ہے کہ اشرف علی تھانوی کی تکفیر کے انکار کو امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے کفر ضرور مانا ہے، لیکن علامہ عبدالباری فرنگی محلی کا انکار شبہ کے سبب تھا، لہٰذا علامہ فرنگی محلی کی تکفیر نہ کی گئی اور بتایا گیا کہ قول کا کفر ہونا الگ ہے اور قائل کا کافر ہونا الگ ہے، یعنی تھانوی کی تکفیر کے انکار کے سبب علامہ عبدالباری کافر نہ ہوئے۔

حقیقت یہ ہے کہ الطاری الداری کے وجود سے کئی سال قبل ۱۹۱۷ء میں تکفیر تھانوی کے انکار سے علامہ عبدالباری فرنگی محلی لکھنو میں حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ والرضوان کے سامنے توبہ کر چکے تھے، اسی لیے الطاری الداری میں علامہ عبدالباری کے کفریات وضلالات ومحرمات کی فہرست میں تکفیر تھانوی کے انکار کا ذکر نہیں، کیوں کہ تکفیر تھانوی کے انکار سے ۱۹۱۷ء میں توبہ ہو چکی تھی اور الطاری الداری سال ۱۹۲۱ء کے مکتوبات کا مجموعہ ہے۔

الطاری الداری (حصہ اول) میں ایک سو ایک امور کی دو فہرست ہے۔ایک متوسط فہرست ہے اور ایک مفصل فہرست ہے۔الطاری الداری امام اہل سنت قدس سرہ العزیز اور علامہ عبدالباری فرنگی محلی کے مکتوبات کا مجموعہ ہے۔یہ مجموعہ تین حصوں میں منقسم ہے۔

حضور مفتی اعظم ہند نے الطاری الداری کا پس منظر بیان کرتے ہوئے رقم فرمایا:

''اواخر جمادی الاولی ۱۳۳۹ہجریہ میں مولوی ریاست علی خاں صاحب شاہجہاں پوری اعلیٰ حضرت قبلہ دامت برکاتہم کے یہاں آئے اور اعلیٰ حضرت سے مولوی عبدالباری صاحب لکھنوی کے ملنے کی اجازت چاہی۔اعلیٰ حضرت نے فرمایا: مولوی صاحب اپنے اقوال کفروضلال ووبال ونکال سے توبہ فرمالیں تو میں خود جاکر ان سے ملوں گا۔

اس پر مولوی صاحب موصوف گئے اور ان سے مل کر ان کا یہ جواب لکھا:

''جو کلمات یا افعال کفریہ مجھ سے جناب کے نزدیک سرزد ہوئے۔ان کو جناب تحریر فرمادیں۔ان سب میں جن کلمات اور جن شرائط سے جناب تحریر فرمائیں،اس طریق سے میں توبہ کرکے طبع کرادوں''۔

اس پر اعلیٰ حضرت نے ان کے ایک سو ایک اقوال جمع فرماکر ارسال فرمائے اور ان سے توبہ چاہی اور ساتھ ایک مفصل تحریر جس میں ہر قول پر حکم شرعی کا بیان تھا،ارسال فرمائی۔

یہ تحریریں جناب مولانا مولوی حافظ حکیم نعیم الدین صاحب وجناب مولانا مولوی حاجی ابوالعلا امجد علی صاحب ومولوی احمد مختار صاحب صدیقی میرٹھی ومولوی حافظ حشمت علی صاحب لکھنوی شب بستم جمادی الآخرہ میں لکھنو لے کر گئے''۔

(الطاری الداری: حصہ اول ص:2-3-حسنی پریس بریلی شریف)

جمادی الاولی ۱۳۳۹ھ ۱۱: جنوری ۱۹۲۱ء سے شروع ہوتا ہے۔جمادی الاولی ۱۳۳۹ھ کے آخری حصہ میں مولانا ریاست علی خاں شاہجہاں پوری اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کو یہ

پیغام دیئے کہ علامہ عبدالباری فرنگی محلی آپ سے ملاقات کے خواہش مند ہیں اور تکفیر تھانوی کے انکار سے توبہ قریباً چار سال قبل ۱۹۱۷ء میں ہوچکی تھی۔ ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹۲۱ء میں امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے علامہ عبدالباری فرنگی محلی کو دیگر امور سے توبہ کرنے کی بات کہی تھی۔ وہ ایک سوایک امور تھے جن کا ذکر الطاری الداری (حصہ اول: ص ۲۱ تا ۵۶) میں ہے۔ ان ایک سوایک امور میں تکفیر تھانوی سے انکار کا معاملہ نہیں ہے، کیوں کہ اس انکار سے توبہ ہوچکی تھی۔ دوبارہ اسی امر سے توبہ کا مطالبہ نہیں کیا جاسکتا تھا۔

بستم جمادی الآخرہ ۱۳۳۹ھ کو حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی علیہ الرحمۃ والرضوان نے امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کے ارسال کردہ توبہ نامہ پر دستخط نہ کیا اور مولانا ریاست علی خاں شاہجہاں پوری کے توسط سے بعض امور سے متعلق چند سوالات کیے۔

(1) علامہ عبدالباری فرنگی محلی نے مولانا ریاست علی خاں شاہجہاں پوری علیہ الرحمۃ والرضوان کے ذریعہ پہلا خط ۲۷: جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ھ کو امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کو بھیجوایا۔ اس میں مرقوم ہے: ''جو کلمات یا افعال کفریہ مجھ سے جناب کے نزدیک سرزد ہوئے۔ ان کو جناب تحریر فرمادیں۔ ان سب میں جن کلمات اور جن شرائط سے جناب تحریر فرمائیں، اس طریق سے میں توبہ کرکے طبع کرادوں''۔

(الطاری الداری: حصہ اول: ص 3 - حسنی پریس بریلی شریف)

(2) اس کے بعد امام اہل سنت قدس سرہ العزیز ایک سوایک امور کی فہرست حضور صدر الافاضل مرادآبادی، حضور صدر الشریعہ اعظمی، علامہ احمد مختار صدیقی میرٹھی وحضور شیر بیشہ اہل سنت لکھنوی کی معرفت بستم جمادی الآخرہ ۱۳۳۹ھ کو لکھنو بھیجوائے۔

اس فہرست میں کفریات کے ساتھ ضلالات ومحرمات کا بھی ذکر تھا۔ مولانا ریاست علی خاں شاہجہاں پوری نے مکتوب دوم مرسلہ: ۲۵: جمادی الآخرہ ۱۳۳۹ھ میں رقم فرمایا:

''مولوی عبدالباری صاحب نے جو جناب والا کی تحریر کو ملاحظہ کیا تو فرمایا کہ اس تحریر میں مجھے تردد ہے۔ یہ تفصیل طلب ہے۔ نہ معلوم کہ اس تحریر میں ایک سوا ایک میرے کفریات ہیں یا کچھ کفریات اور کچھ حرام و ناجائز باتیں ہیں اور کل یہ کفریات یا محرمات میری طرف منسوب ہیں یا بعض میری طرف منسوب ہیں اور بعض اور شرکائے جلسہ کی طرف۔

وہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ لکھوایا تھا کہ جو میری طرف کفریات ہوں، ان سے اطلاع فرمائی جائے، میں بالیقین توبہ کرنے کو جس شرائط سے کہ جناب چاہیں، میں تیار ہوں''۔

(الطاری الداری: حصہ اول: ص8-حسنی پریس بریلی شریف)

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے اپنے جوابی مکتوب اول بنام علامہ شاہجہاں پوری مرسلہ: یکم رجب المرجب ۱۳۳۹ھ میں رقم فرمایا: ''وہ ایک سوا ایک اقوال صرف مولوی عبد الباری صاحب کے ہیں۔ ان میں کوئی لفظ دوسرے کا نہ تھا۔ توبہ جس طرح کفر سے فرض ہے، یوہیں ضلالت سے، یوہیں معصیت سے۔ توبہ کے لیے صرف کفر پر اقتصار ضلالت ومعصیت پر اصرار ہے''۔ (الطاری الداری: حصہ اول: ص9-حسنی پریس بریلی شریف)

اسی جوابی مکتوب اول میں ہے: ''کیا اچھا ہو کہ مولوی صاحب اس مختصر پرچے کو قبول کر کے بعد مہر و دستخط شائع فرما دیں۔ ہاں، ان ایک سوا ایک میں جو بے غائلہ ثابت ہو جائے، میں اسے کم کرنے کو تیار ہوں، مگر انصاف ملحوظ رہے۔ دور از کار تاویلات مکابرہ میں ہوتی ہیں۔ یہ میں نے خیر خواہانہ پیش کیے ہیں، نہ مخالفانہ کہ جواب میں تعصب وضد کی حاجت ہو۔ جو انصافاً صحیح ہے، قبول حق اللہ ورسول و مسلمین کے نزدیک فضل صریح ہے۔ یوں بناوٹ کو کہاں گنجائش نہیں ہوتی''۔ (الطاری الداری: حصہ اول: ص10-حسنی پریس بریلی)

اس کے بعد علامہ عبدالباری نے علامہ شاہجہاں پوری کے ذریعہ تیسرا مکتوب لکھوایا۔ اس میں مرقوم ہے: ''مولوی عبدالباری صاحب کو تحریر مبارک سے اطلاع دی گئی۔ جواب یہ

فرمایا کہ مجھ سے اول تو کفریات سے توبہ کرنے کی ٹھہری تھی، نہ ضلالت اور محرمات سے"۔

(الطاری الداری: حصہ اول: ص 11-حسنی پریس بریلی شریف)

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے علامہ شاہجہاں پوری کے مکتوب سوم کے جواب میں مکتوب دوم ۳: شعبان المعظم ۱۳۳۹ھ کو رقم فرمایا۔مکتوب دوم میں مرقوم ہے:

"میرے نزدیک یہ کوئی اہم بات نہیں کہ کفریات وضلالات ومحرمات جدا جدا کر دیئے جائیں۔یہ میری تحریر مفصل سے حاصل ہے۔اس کے لیے توبہ کیوں رکے۔تین فہرستیں بنانے میں ایک بڑا نقص حائل ہے۔بعض اقوال کفر وضلال وحرام دو یا تین احتمالوں میں دائر ہوں گے کہ اس صورت پر کفر،اس پر ضلال،اس پر حرام اور واقع ان میں سے ایک ہی ہوگی۔

اب اگر انہیں ایک ہی فہرست میں رکھیں،باقی صورت یا صورر رہ جائیں گی اور ممکن کہ واقع وہی متروک ہوتو ناواقع سے توبہ ہوئی اور واقع سے نہ ہوئی اور اگر ہر فہرست میں رکھیں تو ایک کے دو یا تین قول ہو جائیں گے۔

ایک سوایک سے عدد بہت بڑھ جائے گا اور بلا وجہ بڑھے گا اور بہر حال غیر واقع سے توبہ کا الزام ہوگا جو بے معنی ہے،لہٰذا فہرست یوں ہی رہے اور جس امر میں شبہ پڑے،میرا مضمون مفصل موجود ہے"۔(الطاری الداری: حصہ اول: ص 15-حسنی پریس بریلی شریف)

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے مکتوب دوم علامہ عبدالباری کو لکھنو بھیجا اور رقم فرمایا:

"مولوی ریاست علی خاں صاحب کل یہاں سے تشریف لے گئے،لہٰذا براہ راست آپ کو مرسل اور اب ایک دن کی مہلت اور بڑھائی جاتی ہے۔۱۹: شعبان روز جمعہ تک یہاں جواب آ جانا ضرور ہے۔فقط ۴ شعبان ۳۹ھ"۔

(الطاری الداری: حصہ اول: ص 20-حسنی پریس بریلی شریف)

مکتوب دوم ۳: شعبان المعظم ۱۳۳۹ھ کو مرقوم ہوا۔۴: شعبان ۱۳۳۹ھ کو لکھنو بھیجا گیا۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کے مذکورہ بالا مکتوب دوم کے بعد علامہ عبدالباری فرنگی محلی نے دوسرا توبہ نامہ ۱۷: شعبان المعظم ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۶: اپریل ۱۹۲۱ء کو اخبار ''زمانہ'' میں شائع فرمایا۔ تیسرا توبہ نامہ ۱۱: رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۰: مئی ۱۹۲۱ء کو اخبار ''ہمدم'' میں شائع کرائے۔ پہلی توبہ ۱۹۱۷ء میں تکفیر تھانوی کے انکار سے ہوئی تھی۔

تیسری توبہ کے بعد بھی علامہ عبدالباری امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کے کاغذ پر دستخط نہ کیے اور پانچ امور سے متعلق تفصیل طلب فرمائے جس کے سبب طویل مراسلاتی سلسلہ جاری رہا۔ امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے ۲۲: مراسلات رقم فرمائے۔ مولانا عبد الباری فرنگی محلی نے ۱۷: ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ کو سولہواں مکتوب رقم فرمایا۔ اس کے بعد انہوں نے مراسلاتی سلسلہ موقوف کر دیا۔ امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے مراسلاتی سلسلہ جاری رکھا۔ امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے آخری مراسلہ دوم صفر المظفر ۱۳۴۰ھ کو روانہ فرمایا۔

۱۴: ستمبر ۱۹۲۰ء کو یکم محرم الحرام ۱۳۳۹ھ تھا۔ ۴: ستمبر ۱۹۲۱ء کو یکم محرم الحرام ۱۳۴۰ء تھا۔ ۴: اکتوبر ۱۹۲۱ء کو یکم صفر المظفر ۱۳۴۰ھ تھا۔ ۲۵: صفر المظفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۸: اکتوبر ۱۹۲۱ء کو امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان کا وصال مبارک ہوا۔ قبل وصال چوتھی توبہ ہوئی۔

تاریخی روایات سے اندازہ ہوتا ہے کہ دوم صفر ۱۳۴۰ھ کو خط وکتابت موقوف ہونے کے بعد امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے حضور حجۃ الاسلام، حضور صدر الافاضل وحضور صدر الشریعہ علیہم الرحمۃ والرضوان کو لکھنو بھیجا اور علامہ عبدالباری فرنگی محلی قدس سرہ العزیز نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کے تحریر کردہ توبہ نامہ پر دستخط فرما دیا اور اس کے بعد الطاری الداری کو کالعدم قرار دے دیا گیا۔ یہ علامہ عبدالباری کی چوتھی اور آخری توبہ تھی۔

حضرت علامہ عبدالباری فرنگی محلی قدس سرہ العزیز کی چاروں توبہ کی تفصیل ہمارے رسالہ: ''علامہ عبدالباری فرنگی محلی کی توبہ'' میں مرقوم ہے اور رسالہ حاضرہ کے باب اول کی

فصل چہارم میں بھی چاروں توبہ کا مختصر تذکرہ مرقوم ہے۔

فصل دوم

ابتدائی مرحلہ میں دوبار توبہ

علامہ عبدالباری فرنگی محلی شروع میں کفریات سے توبہ کا وعدہ کیے، پھر ضلالت ومحرمات سے بھی توبہ کے لیے راضی ہوگئے اور ابتدائی مرحلہ میں دوبار توبہ نامہ بھی شائع کرائے۔

اجمالی توبہ کے باوجود علامہ عبدالباری بعض امور سے متعلق مزید تحقیق کررہے تھے اور مراسلاتی سلسلہ جاری تھا، لہٰذا علامہ عبدالباری فرنگی محلی کے ساتھ وہی سلوک کیا گیا جو حق کے طلب گار کے ساتھ سلوک کرنے کی تعلیم شریعت اسلامیہ نے دی ہے۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز سے علامہ عبدالباری فرنگی محلی کا مراسلاتی سلسلہ حق کی تلاش کے لیے تھا۔ وہ مناظرہ نہ تھا جیسا کہ خود علامہ عبدالباری نے بھی اس کا ذکر فرمایا ہے۔

جو شخص اپنی غلطیوں کے ازالہ کی کوشش میں ہو، اپنی غلطیوں کی تفتیش کررہا ہو، تاکہ ان سے توبہ کی جائے، اس کی مدد کی جاتی ہے اور نرمی اختیار کی جاتی ہے، نیز وہ اجمالی توبہ کرچکے تھے، لہٰذا امام اہل سنت قدس سرہ العزیز اپنے خطوط میں علامہ عبدالباری کو عالمانہ القاب وآداب اور سلام بھی لکھتے رہے۔ اگر علامہ عبدالباری پر کفر فقہی کا بھی حکم نافذ رہتا تو عالمانہ القاب وآداب اور سلام وغیرہ لکھنا مشکل تھا: واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

بستم جمادی الاخریٰ ۱۳۳۹ھ کو امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کے تلامذۂ کرام وخلفائے عظام توبہ نامہ کی تحریریں لے کر علامہ عبدالباری کے یہاں لکھنو گئے۔ دوماہ کے اندر ہی علامہ عبدالباری نے دوسرا توبہ نامہ ۱۷: شعبان المعظم ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۶: اپریل ۱۹۲۱ء کو اخبار ''زمانہ'' میں شائع فرمایا، پھر ایک ماہ کے اندر ہی تیسرا توبہ نامہ ۱۱: رمضان

المبارک ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۰: مئی ۱۹۲۱ء کو اخبار ''ہمدم'' میں شائع کرائے۔

تیسری توبہ کے بعد بھی علامہ عبدالباری نے امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کے تحریر کردہ توبہ نامہ پر دستخط نہ کیا اور پھر مراسلاتی سلسلہ طویل ہوگیا، پھر چوتھی توبہ وقوع پذیر ہوئی۔

تیسری توبہ کے بعد امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے مبارک بادی کا تار بھیجا۔

حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تحریر فرمایا: ''جناب مولوی صاحب کا توبہ نامہ شائع شدہ ہمدم یہاں آیا۔ حضور پرنور اعلیٰ حضرت قبلہ مدظلہم الاقدس نے اس کی تہنیت میں ۱۵: ماہ رمضان المبارک کو یہ تار امضا فرمایا اور سلسلہ مراسلات شروع ہوا۔

تار بمولوی عبدالباری صاحب

توبہ مبارک۔ خدا استقامت دے۔ اب براہ مہربانی میرے اس کاغذ پر بھی دستخط فرمادیں جو میں نے بغرض توبہ بھیجا ہے تو موجب شکر ہے''۔

(الطاری الداری: حصہ دوم: ص 10- حسنی پریس بریلی شریف)

حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی علیہ الرحمۃ والرضوان نے امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کے ارسال کردہ توبہ نامہ پر دستخط نہ کیا، بلکہ بعض امور سے متعلق تفصیل دریافت کی جس کے سبب خطوط و مراسلات کا سلسلہ طویل ہوگیا۔ جانبین سے خطوط آتے جاتے رہے۔

علامہ عبدالباری نے اپنے مکتوب میں رقم فرمایا: ''جناب نے میری توبہ میں اپنا نام نامی واسم گرامی ملاحظہ فرما کے جو تار عنایت کیا تھا، وہ غالباً یاد ہوگا اور جو فقیر نے جواب دیا تھا، وہ بھی یاد ہوگا۔ جناب نے اس تار میں تحریر فرمایا ہے کہ: ''میں شکر گزار ہوں گا، اگر آپ اپنے دستخط اس کاغذ پر براہ مہربانی کردیں جو توبہ کے لیے بھیجا گیا ہے''۔

اس کے جواب میں عرض کیا گیا تھا کہ وہ کاغذ اس قابل نہیں کہ اس پر دستخط کیا جائے''۔

(الطاری الداری: حصہ سوم: ص 7- حسنی پریس بریلی شریف)

علامہ عبدالباری نے اپنے خطوط میں پانچ امور سے متعلق دریافت کیا تھا۔

علامہ عبدالباری نے اس تار کے جواب میں مکتوب اول: مرقومہ ۱۶: رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ میں رقم فرمایا: ''جناب کا تار بہزار افتخار موصول ہوا۔ مجھے حسبۃً للہ ودیانۃً جو مناسب معلوم ہوا، وہ کیا گیا ہے، مگر وہ کاغذ جو میرے پاس آیا ہے، اس قابل نہیں کہ اس پر دستخط کیا جاوے۔ بعض امور ایسے بھی اس میں ہیں جو مجھے یاد نہیں کہ میں نے ان امور کو کیا ہے اور بعض ایسے ہیں کہ میرے اکابر کی تحقیق کے خلاف ہیں۔ جو امور ایسے نہ تھے، ان میں آپ پر اعتماد کر کے توبہ کر لی ہے۔ مثالاً عرض ہے کہ امر اول مصنف فلسفہ اجتماع کے متعلق آپ پر اعتماد کر کے اس سے توبہ کر لی گئی۔ امر ثانی وثالث کہ جس میں یہ کہا گیا ہے کہ میں نے اپنا ودیگر علمائے کبار وسادات عظام ومسلمین عالم کا اسلام برائے نام بتایا، یہ مجھے یاد نہیں پڑتا ہے۔ اگر تحریری ہے تو کہاں اور اگر زبانی ہو تو کس سے۔ جب تک یاد نہ آئے، اپنے کو مرتکب کیسے سمجھ لوں گا اور توبہ کیوں کر کروں گا۔ اکثر جگہ مطلقاً معاصی کے استحلال کو کفر ٹھہرایا ہے، مگر حضرت جدی مولانا بحر العلوم جن کی قائم مقامی کا مجھے ادعا ہے، قدس سرہ کی تحقیق اس کے خلاف ہے۔ ملاحظہ ہو شرح فقہ اکبر۔ اس وجہ سے تعمیل ارشاد سے قاصر ہوں''۔

(الطاری الداری: حصہ دوم: ص10 -حسنی پریس بریلی شریف)

اس کے بعد امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے ۱۹: رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ کو پہلا جوابی مکتوب روانہ فرمایا۔ علامہ عبد الباری نے مکتوب دوم مرقومہ :۲۲: رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ میں رقم فرمایا: ''اس قدر التماس ہے کہ ہمارے اکابر نے اعیان علمائے دیوبند کی تکفیر نہیں کی ہے۔ اس واسطے جو حقوق اہل اسلام کے ہیں، ان سے ان کو کبھی محروم نہیں رکھا ہے۔ مولوی قاسم صاحب کے نام کے خط وکتابیں ہمارے پاس موجود ہیں۔ ہم نے یہ ارادہ کر لیا ہے کہ اب جس کے نام کا جو لقب کسی نے ہمارے اکابر سے لکھا ہے، اسی کی اتباع میں

لکھا کروں گا۔ اس سے زیادتی وکمی نہ کروں گا اور اس کے مماثل کے لیے بھی ایسا ہی لقب لکھوں گا۔

اسی طرح مجھے معلوم ہوا ہے کہ مرزا محمد تقی خود تبرائی نہیں تھے، بلکہ ان کے دستخطی فتاویٰ ہیں جن میں تبرا کو وہ منع کرتے ہیں اور اپنی کتب سے اس کے عدم جواز کو ثابت کرتے ہیں''۔

(الطاری الداری: حصہ دوم: ص16-حسنی پریس بریلی شریف)

ان دونوں مکتوب میں وہ پانچ باتیں مرقوم ہیں جن کے بارے میں امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان نے فرمایا کہ تمام خطوط میں صرف پانچ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے مکتوب دہم ۱۹: ذی قعدہ ۱۳۳۹ھ میں علامہ عبد الباری فرنگی محلی علیہ الرحمۃ والرضوان کے گزشتہ نو خطوط سے متعلق رقم فرمایا: ''تمام خطوط شریفہ میں صرف پانچ ادعا تھے جن کو جناب استفسارات سے تعبیر فرماتے ہیں:

ا: خط نمبری ۱۳۲۴ میں نفی اصل ایمان نہ تھی، بلکہ نفی کمال۔

ب: استحلال معصیت قطعیہ مطلقاً کفر ہونا خلاف تحقیق بحر العلوم ہے۔

ج: وہابیہ دیوبندیہ مسلمان ہیں۔ ان کے ساتھ اب وجد کے یہ برتاؤ تھے۔

د: فلاں رافضی تبرائی نہیں، علاوہ بریں باپ دادا کا ان سے خلا ملا تھا۔

ہ: اب وجد کو ہنود سے اتنا احتراز نہ تھا جتنا نصاریٰ سے۔ ہم ان سے مدارات کو ممنوع قرار نہیں دے سکتے۔ ہاں غلو وتعظیم سے توبہ کر سکتے ہیں۔

اول کا جواب روشن از آفتاب معروض ہو چکا۔ دوم کا کافی جواب پہلے ہی نیاز نامہ ۱۹: ماہ مبارک میں گزارش ہو لیا اور تحقیق شافی بعونہ تعالیٰ ایک مبحث مستقل میں عرض کروں گا، اگر جناب مفاہمہ سے عدول نہ کریں۔ ان ۱۰۱ میں مدارات کا لفظ تک نہ تھا، سب غلو وتعظیم ہی تھے۔ ان سے آپ توبہ کر سکتے ہیں، مگر کرنی منظور نہیں، ورنہ توبہ اور آیندہ پر اٹھا رکھنا، یعنی

چہ"۔(الطاری الداری: حصہ دوم:ص82-83-حسنی پریس بریلی شریف)

(2)اسی مکتوب دہم میں امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:"اب بفضلہٖ عزوجل آپ کے تمام خطوط کا جواب ہوگیا۔کوئی حرف ضروری باقی نہ رہا۔اب تو آپ کی یہ ضد بھی پوری ہوگئی۔اب تو جملہ مباحثہ سابقہ ولاحقہ کا نمبروار جواب دیجئے"۔

(الطاری الداری: حصہ دوم:ص84-حسنی پریس بریلی شریف)

مراسلاتی مباحثہ مناظرہ نہ تھا، بلکہ مفاہمہ تھا

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز سے علامہ عبدالباری قدس سرہ العزیز کا مراسلاتی سلسلہ مناظرہ نہیں تھا، بلکہ تلاش حق کی کوشش تھی۔جانبین کی تحریروں سے یہ بات بالکل واضح ہے۔اس سے متعلق بعض خطوط کے اقتباسات درج ذیل ہیں،تاکہ معاملہ واضح ہوجائے۔

(1)امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے مکتوب چہارم:مرقومہ:۹:شوال ۱۳۳۹ھ میں رقم فرمایا:"جب کلام،معاذ اللہ مکابرہ نصیب اعدا،مناظرہ بھی نہیں کہ دوجہت چاہتا ہے، بلکہ صرف یک جہت احباب کا علمی مذاکرہ"۔

(الطاری الداری: حصہ دوم:ص24-حسنی پریس بریلی شریف)

(2)علامہ عبدالباری نے مکتوب پنجم مرقومہ:۱۹:شوال ۱۳۳۹ھ میں رقم فرمایا:

"ارشاد عالیہ کے بارہ میں عرض ہے کہ جو امر خدا کا حکم ہونا سمجھ لیا جاوے،اس کے قبول میں اصلاً دریغ کو راہ نہ ہوگی"۔

(الطاری الداری: حصہ دوم:ص26-حسنی پریس بریلی شریف)

(3)امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے مکتوب ششم مرقومہ:۲۶:شوال ۱۳۳۹ھ میں رقم فرمایا:"میں تو اسی مکالمہ میں تین بار گزارش کر چکا ہوں کہ ان ۱۰۱ سے جو بے غائلہ ثابت ہو، میں اسے کم کرنے کو تیار ہوں"۔(الطاری الداری: حصہ دوم:ص28-حسنی پریس)

(4)علامہ عبدالباری نے مکتوب ہفتم مرقومہ: ۲۸: شوال ۱۳۳۹ھ میں رقم فرمایا: ''گو یہ مناظرہ نہیں، بلکہ مفاہمہ ہے''۔(الطاری الداری: حصہ دوم: ص30-حسنی پریس بریلی)

(5)علامہ عبدالباری نے مکتوب نہم آمدہ: ۱۷: ذی قعدہ ۱۳۳۹ھ میں رقم فرمایا: ''تحریر سامی مطالعہ کرنے کے بعد التماس ہے کہ میرے کل استفساروں کے جواب مسلسل مرحمت ہوں۔رد وقدح منظور نہیں۔تعیین امور مقصود ہے۔..........................تحریر جناب ملاحظہ کرنے سے اطمینان ہوگیا فبہا، ورنہ غور وفکر رہے گی۔طلب حق میں کوتاہی نہ ہوگی: وما توفیقی الا باللہ''۔(الطاری الداری: حصہ دوم: ص74-75-حسنی پریس بریلی شریف)

(6)امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے مکتوب دہم مرقومہ: ۱۹: ذی قعدہ ۱۳۳۹ھ میں رقم فرمایا: ''میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ ان میں جو بے غائلہ ثابت ہوجائے، اسے کم کرنے کو تیار ہوں۔یہ میرا انصاف ہے۔آپ اللہ کو مان کر یہ انصاف کیجئے کہ جہاں جہاں غائلہ دیکھئے، ان سے فوراً توبہ شائع فرمائیے۔بعض اگر زیر بحث رہیں، ان کے فیصلے پر قطعی ومسلم سے توبہ موقوف نہ رکھئے کہ یہ پھر عناد واصرار ہوگا اور جن میں شبہ لگے، مکابرہ نہ ہو، جس کی نظیر پہلے گزارش کرچکا ہوں''۔(الطاری الداری: حصہ دوم: ص81-82-بریلی شریف)

(7)امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے مکتوب دہم مرقومہ: ۱۹: ذی قعدہ ۱۳۳۹ھ میں رقم فرمایا: ''آپ خدا کے لیے وہ مفاہمہ جس کا آپ اقرار اور خود شہروں شہروں اشتہار فرما چکے، اس سے عدول نہ فرمائیے۔میں بقسم کہتا ہوں کہ جس امر میں حق آپ کی طرف ظاہر ہوگا، اسے کم کردینے میں مجھے باک نہ ہوگا جیسا کہ بارہا لکھ چکا ہوں اور اسی پر آپ کا بھی عہد ہے''۔(الطاری الداری: حصہ دوم: ص86-حسنی پریس بریلی شریف)

(8)امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے مکتوب یازدہم: مرقومہ ۱۹: ذی قعدہ ۱۳۳۹ھ میں رقم فرمایا: ''یہ اگر مناظرہ ہوتا تو جب تک جناب غاصب نہ ہوتے (جیسا شاید واقع ہولیا)

جناب کا درجہ ایک منکر سے زائد نہ رکھتا ،مگر یہ تو باتفاق جانبین مناظرہ نہیں ۔میرے خط ۹: شوال میں ہے:''کلام (معاذ اللہ مکابرہ نصیب اعدا) مناظرہ بھی نہیں کہ دو جہت چاہتا ہے، بلکہ صرف ایک جہت احباب کا علمی مذاکرہ''۔آپ کے خط ۲۸: شوال میں ہے:''یہ مناظرہ نہیں، بلکہ مفاہمہ ہے''۔(الطاری الداری: حصہ سوم :ص 3 -حسنی پریس بریلی شریف)

منقولہ بالا اقتباسات سے واضح ہو گیا کہ مراسلاتی سلسلہ اظہار حق وتلاش حق کے لیے تھا، نیز ابتدائی مرحلہ میں علامہ عبدالباری کی دو بار اجمالی توبہ اور دیگر امور سے توبہ کا وعدہ کر چکے تھے اور متعدد امور سے متعلق تحریری مباحث جاری تھے،لہٰذا نرم سلوک اختیار کیا گیا۔

فصل سوم

تکفیر تھانوی سے انکار کا معاملہ

علامہ عبدالباری کی توبہ کے لیے ایک تحریر مفصل تیار کی گئی تھی ۔فصل اول (۲۸ تا ۳۵) میں مرتدین کی حمایت وتعظیم سے متعلق علامہ عبدالباری کے اقوال کا ذکر ہے ۔فصل دوم (۳۵ تا ۵۵) میں مشرکین سے اتحاد سے متعلق علامہ عبدالباری کے اقوال کی بحث ہے۔

مرتدین کے کفر سے انکار سے متعلق کوئی صریح قول توبہ نامہ میں مذکور نہیں ہے۔

تکفیر تھانوی کے انکار سے توبہ الطاری الداری سے چار سال قبل ۱۹۱۷ء میں ہو چکی تھی اور الطاری الداری میں متعدد مقام پر یہ بیان کیا گیا ہے کہ تکفیر تھانوی سے انکار کفر ہے۔

الطاری الداری میں تکفیر تھانوی کا ذکر کیوں آیا؟

سال ۱۹۱۷ء میں تکفیر تھانوی کے انکار سے توبہ کے باوجود الطاری الداری میں تکفیر تھانوی کا ذکر آنے کا سبب یہ ہے کہ علامہ عبدالباری فرنگی محلی نے مکتوب یازدہم مرقومہ: ۲۱: ذی قعدہ ۱۳۳۹ھ میں رقم فرمایا تھا:''بار بار جناب میری ناراضگی کا اندیشہ ظاہر فرماتے

ہیں، حالاں کہ جناب نے جب میرے والد مرحوم اور جد مغفور کی تشبیہ میرے دو بدو کتے وخنزیر سے دی اور اس وقت میں نے اظہار ناراضگی نہیں کیا تو اب ان تحریروں کے باعث کیوں ناراض ہونے لگا''۔(الطاری الداری: حصہ سوم:ص6-حسنی پریس بریلی شریف)

اس کے بعد امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے مکتوب دوازدہم مرقومہ:۲۶: ذی قعدہ ۱۳۳۹ھ میں تھانوی کے کفر کی وضاحت فرمائی۔اگر علامہ عبدالباری اپنے مکتوب میں مذکورہ بالا امر کا تذکرہ نہ کرتے تو تکفیر تھانوی کا ذکر نہ ہوتا، کیوں کہ اس انکار سے وہ تو بہ کر چکے تھے۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے مکتوب دوازدہم میں رقم فرمایا:

''(۹۰) جواب خط تو اسی قدر بس تھا،مگر جناب نے اپنے ابوین مغفورین والا واقعہ چھیڑا ہے،وہ چھوڑنے کا نہیں۔بہت مزے کا ہے۔گو ہر مقصود بفضل ودود بے وقت ملتا ہے۔

جناب کے ایمان واسلام برائے نام کا شگوفہ آپ ہی کے منہ کھلتا ہے۔یہ تو اکاذیب والا میں شمار کروں گا کہ معاذ اللہ میں نے ان مغفورین کو یہ تشبیہ دی۔

اصل واقعہ یہ ہے کہ جناب ۱۳۳۱ھ میں غریب خانہ پر تشریف لائے تھے۔تھانوی صاحب کے کفر وارتداد ملعون کا تذکرہ چلا۔جناب نے حسب عادت حمایت ارتداد فرمائی اور اس کی عبارت توہین سرکار رسالت سے پاک بتائی۔اس پر یہ عرض کی گئی کہ اگر کوئی آپ کے والد ماجد مرحوم وجد امجد مغفور کو کہے کہ:

''ان کی ذات مقدسہ پر عالم کا حکم کیا جانا اگر بقول مردم صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس سے مراد بعض علم ہے یا کل۔اگر بعض علوم مراد ہیں تو اس میں ان دونوں کی کیا تخصیص ہے۔ایسا علم تو زید وعمرو، بلکہ ہر بچے پاگل، بلکہ ہر کلب وخنزیر کے لیے بھی حاصل ہے اور تمام علوم مراد ہیں تو اس کا بطلان عقل ونقل سے ثابت''۔

کیا آپ اسے ان دونوں بزرگوں کی توہین نہ سمجھیں گے۔اس وقت تو آپ نے ہی

اپنی بات رکھنے اور مرتد کی پچ کے لیے انکار فرمادیا کہ اس میں میرے باپ دادا کی کوئی توہین نہیں، مگر دل پر ایسی چبھی کہ آج تک یاد ہے۔ حضرت سید محمد میاں صاحب دامت برکاتہم کو جوان کی اور میری اور تمام مسلمانوں کی تکفیر ۳۰: ربیع الآخر ۳۱ھ میں لکھی، اسے تو آپ دو ہی برس میں ایسا بھول گئے کہ یاد دلانے پر بھی یاد نہ آئی، لیکن یہ آٹھ برس کی دل پر لکھی رہی کہ چوٹ لگی تھی اور ایسی کہ اب تک سرد نہ ہوئی۔

الحمدللہ حق کا بیج جو میں نے آپ کی زمین دل پر ڈالا تھا، آٹھ برس میں درخت ہو کر آج اس کی شاخیں جناب کے منہ سے نکلیں۔ مجھے فرماتے ہیں۔ جناب نے میرے والد مرحوم اور جد مغفور کی تشبیہ میرے دو بدو کتے وخنزیر سے دی۔ الحمدللہ الحمدللہ الحمدللہ کہ آج آپ نے اس عبارت میں تشبیہ ہونا قبول دیا۔ اب جو کچھ تھانوی نے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں لکھا، اس پر نظر ثانی فرمائیے اور آپ کے باپ دادا کی نسبت جس فرضی عبارت سے سوال تھا، اس سے حرف بحرف ملاتے جائیے۔

تھانوی نے کہا:

''آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس سے مراد بعض غیب ہے یا کل۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید وعمرو، بلکہ ہر صبی ومجنوں، بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لیے بھی حاصل ہے اور تمام علوم غیب مراد ہیں تو اس کا بطلان عقل ونقل سے ثابت''۔

اب فرمائیے۔ ایمان ہیمان سے بول چلئے۔ اگر ایمان کا دعویٰ ہے کہ:

ا: بعینہ وہی عبارت ہے یا نہیں؟

ب: ہے تو جیسی اس میں اپنے باپ دادا کی کتے سور سے تشبیہ مانی تھی۔ یوں ہی اس میں سید المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشبیہ ہر بچے پاگل، ہر چوپائے، ہر جانور سے (جن میں کلب وخنزیر بھی داخل) ہوئی یا نہیں؟ نہیں تو کیا فرق ہے کہ آپ کے

باپ دادا کے حق میں وہ گندی تشبیہ ہو، اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں یہ منہ بھر کر گالی دی جائے تو وہ خبیث تشبیہ نہ ٹھہرے۔ اس کی حمایت وتوجیہ ہو۔ کیا آپ کے نزدیک آپ کے باپ دادا کی شان محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان ارفع واعلیٰ سے اعظم ہے کہ ان کے حق میں اسے بری تشبیہ کہا جائے اور حضور کے حق میں گندی تشبیہ نہ قرار پائے۔

ج: اگر تشبیہ ہے اور بے شک صریح ہے تو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان ناپاکوں سے تشبیہ دینی حضور کی توہین ہے یا نہیں؟

د: اگر ہے اور بلاشبہہ یقیناً قطعاً صراحۃً ہے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین یقیناً کفر اور توہین کرنے والا مدعی اسلام قطعاً کافر مرتد خارج از اسلام ہے یا نہیں؟

ہ: اگر ہے اور بے شک بے شک ہے تو اسے مسلمان جاننا، اس کے لیے تعظیمی لقب وخطاب ماننا کفر اور ایسا جاننے والا کافر ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا، بینوا توجروا، بینوا توجروا۔

اس بینوا توجروا سے استفتا نہ سمجھئے کہ آپ ترک فتویٰ نویسی کی آڑ لیں (اگرچہ با وصف ادعائے ترک، فتوائے کمیٹی پر دستخط فرماتے ہیں)، بلکہ یہ وہی مفاہمہ کا استفسار ہے۔ جلد بولیے۔ امر شدید ہے اور موت قریب ہے اور واحد قہار کا عذاب سخت''۔

(الطاری الداری: حصہ سوم: ص12-14-حسنی پریس بریلی شریف)

علامہ عبدالباری فرنگی محلی ۱۳۳۱ھ میں امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کے دولت کدہ پر تشریف لے گئے تھے۔ اسی موقع پر تکفیر تھانوی سے متعلق بات چیت ہوئی تھی۔ یکم محرام الحرام ۱۳۳۱ھ/۱۱: دسمبر ۱۹۱۲ء کو تھا، یعنی ۱۹۱۲ء یا ۱۹۱۳ء میں علامہ عبدالباری بریلی شریف گئے۔ تکفیر تھانوی کے انکار سے توبہ ۱۹۱۷ء میں ہو چکی تھی۔ بعد میں ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹۲۱ء

میں جانبین سے خطوط کا سلسلہ شروع ہوا۔ یہ خطوط الطاری الداری میں جمع کیے گئے ہیں۔

اشرف علی تھانوی کے کلام میں علامہ عبدالباری فرنگی محلی قدس سرہ العزیز کو احتمال نظر آتا تھا۔ وہ اس کلام میں بے ادبی محسوس نہیں کرتے تھے، لیکن ان کا یہ احتمال قبول نہیں کیا گیا، کیوں کہ یہ نہ احتمال قریب تھا، نہ احتمال بعید تھا، بلکہ احتمال باطل واحتمال متعذر تھا۔ مفسر کلام میں احتمال بعید پایا ہی نہیں جاتا ہے تو پھر کسی کو اس میں احتمال بعید نظر کیسے آ سکتا ہے۔

اسی تحریر کے اخیر میں سوالیہ انداز میں واضح کر دیا گیا کہ تھانوی کو مومن ماننے والا کافر ہے، نیز تاویل کرنے کو حمایت ارتداد قرار دیا گیا اور کفر وارتداد کی حمایت بھی کفر ہے۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے مکتوب سیزدہم مرقومہ: یکم ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ میں رقم فرمایا: ''میں نے خط سابق کے نمبر ۹۰و۹۱ میں کس قدر آفتاب سے زیادہ روشن کر دیا تھا کہ تھانوی کافر اور جو اس کے قول خبیث پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ جانے، وہ بھی کافر اور یہ خود آپ ہی کے اقرار سے ثابت کیا تھا کہ آپ کے دل میں حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتنی قدر نہیں جتنی اپنے باپ کی''۔

(الطاری الداری: حصہ سوم: ص 41-حسنی پریس بریلی)

الطاری الداری میں تکفیر دیابنہ کا ذکر کیوں آیا؟

علامہ عبدالباری فرنگی محلی دیوبندیوں سے متعلق تعظیمی الفاظ والقاب استعمال کیے تھے۔ توبہ نامہ کی فہرست میں ان امور سے بھی توبہ کی بات رقم کی گئی تھی۔

علامہ عبدالباری نے مکتوب دوم مرقومہ: ۲۲: رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ میں دیوبندیوں کے لیے تعظیمی القاب وآداب استعمال کرنے کا یہ سبب رقم فرمایا:

''اس قدر التماس ہے کہ ہمارے اکابر نے اعیان علمائے دیوبند کی تکفیر نہیں کی ہے۔ اس واسطے جو حقوق اہل اسلام کے ہیں، ان سے ان کو کبھی محروم نہیں رکھا ہے۔ مولوی قاسم

صاحب کے نام کے خط و کتابیں ہمارے پاس موجود ہیں۔ہم نے یہ ارادہ کرلیا ہے کہ اب جس کے نام کا جو لقب کسی نے ہمارے اکابر سے لکھا ہے، اسی کی اتباع میں لکھا کروں گا۔ اس سے زیادتی و کمی نہ کروں گا اور اس کے مماثل کے لیے بھی ایسا ہی لقب لکھوں گا۔

اسی طرح مجھے معلوم ہوا ہے کہ مرزا محمد تقی خود تبرائی نہیں تھے، بلکہ ان کے دستخطی فتاویٰ ہیں جن میں تبرا کو وہ منع کرتے ہیں اور اپنی کتب سے اس کے عدم جواز کو ثابت کرتے ہیں''۔

(الطاری الداری: حصہ دوم:ص16-حسنی پریس بریلی شریف)

منقولہ بالا اقتباس میں علامہ عبدالباری نے صرف یہ بتایا کہ دیوبندیوں کے لیے میں وہ القاب استعمال کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں جو القاب ہمارے اکابر نے دیوبندیوں کے لیے استعمال کیا ہے۔صریح لفظوں میں انہوں نے تکفیر دیابنہ کا انکار نہیں کیا۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے اس کے جواب میں مکتوب دہم مرقومہ:۱۹: ذی قعدہ ۱۳۳۹ھ میں رقم فرمایا:''باقی میں کون سی بحث علمی ہے۔کون سی حجت شرعی ہے۔صرف باپ دادا کے افعال سے استناد یا آفتاب کا انکار کہ فلاں منکر خلافت تبرائی نہیں۔یہ کہنا بعینہ ایسا ہے کہ فلاں نجس العین ناپاک نہیں۔یہ نمبر ۱۵۰ ہوا۔مع ہذا کفر روافض زمانہ میں بفضلہ تعالیٰ فقیر کا لاجواب رسالہ''ردالرفضہ''۱۹: برس سے شائع ہے۔

اور کفر وہابیہ دیوبندیہ پر علمائے کرام حرمین شریفین (جن کی تحقیق آپ کے یہاں کی تحقیق سے عام مسلمین کے نزدیک ارجح واعلیٰ ہے) اجماع فرما چکے اور میرے یہاں کے کتب و رسائل مثل تمہید ایمان وحسام الحرمین ووقعات السنان وادخال السنان والموت الاحمر وکشف ضلال دیوبند شرح الاستمداد وغیرہا نے بحمدہ تعالیٰ کوئی دقیقہ اظہار حق کا اٹھا نہ رکھا۔مرتدین کو کچھ بناتے نہ بنی، خود اپنے کفروں کی تاویل میں جو حرکت مذبوحی کی، انہیں کے منہ پر پڑی اور آج تک جواب نہ دے سکے۔اس کے بعد بھی آفتاب کو چراغ

دکھانے کی کچھ حاجت رہی؟

بفرض باطل اگر آپ ان کے کلام میں کوئی تاویل تراش سکیں تو ان مرتدین کو کیا نفع اوران کا کفر کیوں کر دفع کہ ان کی یہ مراد ہوتی تو برسوں پہلے اگل نہ دیتے۔ضروران کی مراد معنی کفر ہی تھے اور وہ کافر۔درمختار میں ہے:"**ثم لو نیته ذلک فمسلم والا لم ینفعه حمل المفتی علیٰ خلافه**"۔پھر آپ کا کون سا شبہ باقی رہا جس کے جواب کی ہوس ہے"۔(الطاری الداری: حصہ دوم:ص83-حسنی پریس بریلی)

علامہ عبدالباری کی بعض تحریروں کے سبب الطاری الداری میں تکفیر تھانوی یا تکفیر دیابنہ کا ذکر آیا اور وہ تکفیر تھانوی کے انکار سے چار سال قبل توبہ کر چکے تھے۔

فصل چہارم

۱۹۱۷ء میں تکفیر تھانوی کے انکار سے توبہ

جب شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور حجۃ الاسلام قدس سرہ العزیز علامہ فرنگی محلی کی دعوت پر ۱۹۱۷ء میں لکھنو تشریف لے گئے تو ابتدائی مرحلہ میں آپ نے علامہ عبدالباری سے مصافحہ نہ فرمایا۔اگر کوئی حکم ان پر نافذ نہیں تھا تو مصافحہ سے احتراز کا سبب کیا تھا؟ پھر بعد توبہ آپ نے ان سے مصافحہ فرمایا۔اس سے واضح ہے کہ علامہ عبدالباری پر حکم کفر ثابت تھا،اگر چہ صریح لفظوں میں حکم کفر کا اظہار نہیں کیا گیا،لیکن توبہ کا مطالبہ واضح دلیل ہے کہ حکم شرعی ثابت ہے۔اگر حکم ثابت نہ ہوتو توبہ کا مطالبہ بھی نہیں ہوگا۔

حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں قادری علیہ الرحمۃ والرضوان نے تحریر فرمایا:

"حضور پرنور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے مولوی عبدالباری صاحب کی دعوت پر اس جلسے میں بھیجا تھا جس کے دعوت نامے میں مولانا عبدالباری صاحب وغیرہ

علمائے فرنگی محل کے ساتھ مجتہدین روافض کے بھی نام تھے اور یہ وہ وقت ہے جب ''مانٹی گو''
وزیر ہند، ہندوستان آیا تھا اور سیلف گورنمنٹ کا ہندوستان میں ایک غوغا مچا ہوا تھا۔مولانا
عبدالباری صاحب نے تحریر فرمایا تھا کہ اس وقت اگر ہماری آواز کوئی وزن نہ رکھے گی تو
دیوبندی تمام مسلمانوں کے نمائندے بن کر اہل سنت کو مضرت پہنچانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ
رکھیں گے ۔میرے ہمراہ حضرت مولانا ظہور حسین صاحب رامپوری صدر دارالعلوم اور
جناب مولانا رحم الٰہی صاحب اور صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب خلفائے اعلیٰ حضرت بھی
تھے اور ہمیں اس جلسے میں جانا پڑا جس میں روافض، وہابیہ وغیرہ بھی شریک تھے تو کیا تحفظ
حقوق کے لیے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہمیں اجازت شرکت دینا عیاذاً باالمولیٰ تعالیٰ
گمراہی وفسق کہا جاسکتا ہے اور کیا ہم سب شریک ہونے والے کسی گمراہی وفسق کے مرتکب
ہوئے: حاشا ''**الامور بمقاصدها وانما الاعمال بالنيات ولكل امرء ما نوىٰ**''۔

(فتاویٰ حامدیہ:ص439-430)

مخلوط مجلس میں یہ شرکت حاجت شرعی کی وجہ سے محض شرکت تک محدود تھی۔حاجت
شرعیہ کے تحقق کی وجہ سے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے مخلوط مجلس میں
شرکت کی اجازت دی تھی ۔وہابیہ یا روافض سے علمائے اہل سنت نے سلام ومصافحہ نہیں
فرمایا۔ ابتدائی مرحلہ میں علامہ عبدالباری فرنگی محلی (۱۸۷۷ء-۱۹۲۶ء) سے بھی سلام
ومصافحہ نہ کیا گیا۔ان پر مجدد گرامی قدس سرہ العزیز کا اعتراض تھا، پھر اسی مجلس میں علامہ فرنگی
محلی تائب ہوئے ۔آمد کی برکت کا ظہور ہوا۔توبہ کا واقعہ مندرجہ ذیل ہے۔

ڈاکٹر مولانا عبدالنعیم عزیزی علیہ الرحمۃ والرضوان نے رقم فرمایا:

''مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محلی پر ان کے کچھ سیاسی حرکات وتحریرات کی بنا پر
سیدنا اعلیٰ حضرت نے ان پر فتویٰ صادر فرمادیا۔انہیں مولانا عبدالباری صاحب نے نجدیوں
کے ذریعہ حرمین شریفین کے قبہ جات گرانے اور بے حرمتی کرنے کے سلسلے میں لکھنو میں ایک

کانفرنس منعقد کی تھی۔حضرت حجۃ الاسلام صاحب جماعت رضائے مصطفٰی کی طرف سے چند مشہور علما کے ہمراہ لکھنو تشریف لے گئے۔ وہاں عبدالباری صاحب اور ان کے متعلقین ومریدین نے زبردست استقبال کیا۔

جب مولانا عبدالباری صاحب نے حجۃ الاسلام سے مصافحہ کرنا چاہا تو آپ نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور فرمایا: جب تک میرے والدگرامی کے فتویٰ پر عمل کرتے ہوئے آپ توبہ نہیں کرلیں گے، میں آپ سے نہیں مل سکتا۔حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی علیہ الرحمہ کا لقب ''صوت الایمان'' تھا،لہٰذا انہوں نے حق کو حق سمجھ کر کھلے دل سے توبہ کر لی اور یہ فرمایا:

''لاج رہے یا نہ رہے، میں اللہ تعالیٰ کے خوف سے توبہ کررہا ہوں۔مجھ کو اس کے دربار میں حاضر ہونا ہے۔مولوی احمد رضا خاں نے جو کچھ لکھا ہے، صحیح لکھا ہے''۔

(فتاوی حامدیہ:ص56-57-تعارف حجۃ الاسلام-از: ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی)

الطاری الداری اور توبہ دوم،سوم وچہارم

الطاری الداری کے تین حصے ہیں۔حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان نے اس میں امام اہل سنت اور علامہ عبدالباری علیہما الرحمۃ والرضوان کے خطوط کو جمع فرمایا ہے۔

جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹۲۱ء سے پیغام رسانی اور مراسلاتی سلسلہ شروع ہوا۔ یہ سلسلہ ماہ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۱۹۲۱ء تک جاری رہا۔علامہ عبدالباری نے دوسرا توبہ نامہ ۱۷: شعبان المعظم ۱۳۳۹ھ کو اور تیسرا توبہ نامہ ۱۱: رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ کو اخبار میں شائع کرایا۔چوتھی توبہ ماہ صفر ۱۳۴۰ھ میں ہوئی۔تینوں توبہ نامہ کا ذکر درج ذیل ہے:

دوسرا توبہ نامہ

دوسرا توبہ نامہ حضرت علامہ عبدالباری علیہ الرحمۃ والرضوان نے اخبار ''زمانہ'' میں ۱۷: شعبان المعظم ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۶: اپریل ۱۹۲۱ء کو چھپوایا۔پس منظر مندرجہ ذیل ہے:

حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:

''اواخر جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ھ ہجریہ میں مولوی ریاست علی خاں صاحب شاہجہاں پوری اعلیٰ حضرت قبلہ دامت برکاتہم کے یہاں آئے اور اعلیٰ حضرت سے مولوی عبدالباری صاحب لکھنوی کے ملنے کی اجازت چاہی۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: مولوی صاحب اپنے اقوال کفر وضلال و وبال ونکال سے توبہ فرمالیں تو میں خود جا کران سے ملوں گا۔ اس پر مولوی صاحب موصوف گئے اور ان سے مل کر ان کا یہ جواب لکھا: ''جو کلمات یا افعال کفریہ مجھ سے جناب کے نزدیک سرزد ہوئے، ان کو جناب تحریر فرمادیں۔ ان سب میں جن کلمات اور جن شرائط سے جناب تحریر فرمائیں، اس طریق سے میں توبہ طبع کرادوں''۔

اس پر اعلیٰ حضرت نے ان کے ایک سوایک اقوال جمع فرما کر ارسال فرمائے اور ان سے توبہ چاہی اور ساتھ ایک مفصل تحریر جس میں ہر قول پر حکم شرعی کا بیان تھا، ارسال فرمائی۔

یہ تحریریں جناب مولانا مولوی حافظ حکیم نعیم الدین صاحب و جناب مولانا مولوی حاجی ابوالعلا امجد علی صاحب ومولوی احمد مختار صاحب صدیقی میرٹھی ومولوی حافظ حشمت علی صاحب لکھنوی شب بستم جمادی الآخرہ میں لکھنو لے کر گئے''۔

(الطاری الداری: حصہ اول: ص2-3- حسنی پریس بریلی شریف)

اس وقت مذکورہ علمائے اہل سنت کے سامنے حضرت علامہ عبدالباری فرنگی محلی نے توبہ نہیں کی اور علامہ ریاست علی خاں شاہجہاں پوری کے توسط سے چند باتیں دریافت کیں۔

علامہ عبدالباری کا پیغام لکھ کر علامہ ریاست علی خاں شاہجہاں پوری نے ۲۵: جمادی الاخریٰ ۱۳۳۹ھ کو دوسرا مکتوب امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کو بھیجا۔

امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان نے یکم رجب المرجب ۱۳۳۹ھ کو اس کا جواب رقم فرمایا۔ اس کے بعد مولانا شاہجہاں پوری کا تیسرا خط آیا۔ امام اہل سنت قدس سرہ العزیز

دوم شعبان المعظم ۱۳۳۹ھ کو اس کا جواب رقم فرمائے، پھر تین شعبان کو مزید کچھ رقم فرمائے اور چار شعبان کو یہ مکتوب لکھنو روانہ فرمائے، کیوں کہ مولانا ریاست علی خاں صاحب بریلی شریف سے جا چکے تھے۔ یہ تمام خطوط ''الطاری الداری: حصہ اول'' میں منقول ہیں۔

توبہ نامہ کی تین تحریریں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے تیار فرما کر حضرت مولانا عبد الباری فرنگی محلی کو ارسال فرمائی تھیں، تاکہ ان کے مطابق وہ توبہ کر لیں۔

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان نے رقم فرمایا: ''یہ تین تحریریں ہیں۔ ایک مختصر جس میں صرف خلاصہ اقوال اور آخر میں توبہ از کفر وضلال ووبال۔

دوسری مفصل جس میں ہر قول کا تفصیلی حکم اور حسب حاجت بیان دلائل۔ یہ دونوں وہ ہیں کہ علما لے کر گئے تھے۔ تیسری تحریر وسیط کہ ان کے اصرار پر لکھی، اور رجسٹر شدہ بھیجی۔ اس میں دلائل کا حوالہ اسی تحریر مفصل پر ہے، مگر یہ دوبارہ تفصیلی احکام فرنگی محلی صاحب کی خاص ہٹ پر لکھی گئی۔ اس میں تبیین احکام تحریر مفصل سے بھی زائد ہے''۔

(الطاری الداری: حصہ اول: ص 21-حسنی پریس بریلی شریف)

امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان نے چوتھا خط چار شعبان المعظم ۱۳۳۹ھ کو روانہ فرمایا۔ اس کے بعد ۱۷: شعبان المعظم ۱۳۳۹ھ کو علامہ عبد الباری فرنگی محلی نے اپنا توبہ نامہ اخبار ''زمانہ'' میں شائع فرمایا اور امام اہل سنت قدس سرہ العزیز سے اظہار ناراضگی فرمائی۔

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان نے رقم فرمایا: ''مسلمانو! تم نے دیکھا، مولوی عبد الباری صاحب کے کیا وعدے تھے۔ خط اول بقلم شاہجہاں پوری صاحب میں تھا۔

''جن کلمات اور جن شرائط سے جناب تحریر فرمائیں، اس طریق سے میں توبہ کر کے طبع کرادوں''۔ تیسرے خط میں ''میں جیسی آپ فرمائیں، ویسی ہی توبہ کو تیار ہوں''۔

مولوی صاحب کی شکایت نہیں، نفس امارہ کی شرارت ہے۔ اس نے وفائے عہد وپیمان وتوبہ وتجدید ایمان کے عوض الٹا برافروختہ کیا۔

مولوی صاحب نے ۱۷: شعبان ۱۳۳۹ھ کو یہ مضمون اخبار ''زمانہ'' میں شائع کرایا۔

''جو متکبرانہ انداز مولوی احمد رضا خاں صاحب نے ہم لوگوں کے ساتھ اختیار کیا ہے، اس سے مرعوب ہو کر میں کچھ کرنے کو اپنے اوپر ناجائز سمجھتا ہوں، بلکہ (التکبر علی المتکبر صدقۃ) کو ملحوظ رکھتے ہوئے کوئی اعتنا کرنا نہیں چاہتا۔ میرے پاس انہوں نے فلسفہ اجتماع کے مصنف اور ایک مارہرہ کے صاحبزادہ اور خود بدولت کے بارے میں اور مولانا محمود الحسن صاحب و دیگر علمائے دیوبند و گاندھی صاحب اور مرزا محمد تقی صاحب اور مسلم ہندو اتحاد اور قربانی گائے کے بارے میں ایک سوا ایک کفرنامہ ارسال کیا ہے، باوجودے کہ میں اپنے خدا سے ہر خطا کی، چاہے اس کو میں نے دیدہ و دانستہ کیا ہو، یا خطا سے کیا ہو، توبہ کرتا ہوں، مگر اس پیکر تکبر کے روبرو گردن جھکانے کو، بلکہ اس سے تخاطب کو بھی اب نہ اپنے، بلکہ حق کی بے غیرتی تصور کرتا ہوں: والسلام

فقیر محمد عبدالباری عفی عنہ فرنگی محل لکھنو

۱۷: شعبان المعظم ۱۳۳۹ھ

(الطاری الداری: حصہ دوم: ص2-3-حسنی پریس بریلی شریف)

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان نے رقم فرمایا: ''مسلمان دیکھیں! اولاً مفاوضہ عالیہ ۴: شعبان میں کون سا حرف تکبر ہے جس پر فرنگی محل صاحب اس درجہ جامہ سے باہر ہوئے''۔ (الطاری اداری: حصہ دوم: ص3-حسنی پریس بریلی شریف)

تیسرا توبہ نامہ

علامہ فرنگی محلی نے ۱۱: رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۰: مئی ۱۹۲۱ء کو تیسرا توبہ نامہ اخبار ''ہمدم'' میں شائع کرایا۔ اس وقت کسی کے لکھنو جانے کا ذکر نہیں، بلکہ حضرت علامہ عبدالباری فرنگی محلی قدس سرہ العزیز نے اپنی جانب سے توبہ شائع کی تھی۔

علمائے اہل سنت و جماعت بیس جمادی الاخریٰ ۱۳۳۹ھ کو امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کی تحریریں لے کر لکھنو حاضر ہوئے تھے۔اس وقت انہوں نے توبہ نہیں کی تھی۔

حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:

''یہ تحریریں جناب مولانا مولوی حافظ حکیم نعیم الدین صاحب و جناب مولانا مولوی حاجی ابوالعلا امجد علی صاحب و مولوی احمد مختار صاحب صدیقی میرٹھی و مولوی حافظ حشمت علی صاحب لکھنوی شب بستم جمادی الآخرہ میں لکھنو لے کر گئے''۔

(الطاری الداری: حصہ اول:ص2-3-حسنی پریس بریلی شریف)

اس قافلہ میں حضور حجۃ الاسلام قدس سرہ العزیز کے جانے کا ذکر نہیں ملتا۔اس وقت حضرت علامہ فرنگی محلی نے توبہ نہیں کی اور مولانا ریاست علی شاہجہاں پوری کے توسط سے چند سوالات کیے۔امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے آخری جواب۴: شعبان المعظم ۱۳۳۹ھ کو بھیجا۔اس کے بعد ۱۷: شعبان المعظم ۱۳۳۹ھ کو علامہ فرنگی محلی نے توبہ شائع کی۔

سال ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹۲۱ء میں دوبار توبہ

۱۷: شعبان المعظم ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۶: اپریل ۱۹۲۱ء اور ۱۱: رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۰: مئی ۱۹۲۱ء کو شائع ہونے والے توبہ نامہ کا پس منظر بیان کرتے ہوئے تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان نے رقم فرمایا:

''خیر یہ تو فوری فوران نفس کا ابال تھا،مگر بحمدہ تعالیٰ رمضان المبارک کی برکات نے مولوی صاحب کی طبعیت نرم کی۔اپنے رب اور اس عظمت والے مہینے سے کچھ شرم کی اور ہمدم:۱۱: رمضان مبارک میں اپنی یہ توبہ چھاپ دی۔

توبہ نامہ مولوی عبدالباری صاحب

اے اللہ! میں نے امور قولاً وفعلاً تقریراً وتحریراً بھی کیے ہیں جن کو میں گناہ نہیں سمجھتا

تھا۔مولوی احمد رضا خاں صاحب نے ان کو کفر یا ضلال یا معصیت ٹھہرایا۔ان سب سے اور ان کے مانند امور سے جن میں میرے مرشدین اور مشائخ سے کوئی قدوہ میرے لیے نہیں ہے۔محض مولوی صاحب پر اعتماد کر کے توبہ کرتا ہوں ۔اے اللہ توبہ قبول کرنے والے! میری توبہ قبول کر''۔(الطاری الداری: حصہ دوم:ص4-حسنی پریس بریلی شریف)

حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تحریر فرمایا:''جناب مولوی صاحب کا توبہ نامہ شائع شدہ ہمدم یہاں آیا۔حضور پرنور اعلیٰ حضرت قبلہ مدظلہم الاقدس نے اس کی تہنیت میں ۱۵: ماہ رمضان المبارک کو یہ تار امضا فرمایا اور سلسلہ مراسلات شروع ہوا۔

تار بمولوی عبدالباری صاحب

توبہ مبارک۔خدا استقامت دے۔اب براہ مہربانی میرے اس کاغذ پر بھی دستخط فرما دیں جو میں نے بغرض توبہ بھیجا ہے تو موجب شکر ہے''۔

(الطاری الداری: حصہ دوم:ص10-حسنی پریس بریلی شریف)

حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی علیہ الرحمۃ والرضوان نے امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کے ارسال کردہ توبہ نامہ پر دستخط نہ کیا اور بعض امور کو تسلیم بھی نہ کیا جس کے سبب مباحثہ کا ایک نیا دروازہ کھل گیا۔خطوط ومراسلات کا طویل سلسلہ جاری رہا۔امام اہل سنت قدس سرہ العزیز 22: مراسلات رقم فرمائے ۔مولانا عبدالباری فرنگی محلی نے ۱۷: ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ کو سولہواں مکتوب رقم فرمایا۔اس کے بعد انہوں نے مراسلاتی سلسلہ موقوف کر دیا۔ امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے آخری مراسلہ دوم صفر المظفر ۱۳۴۰ھ کو روانہ فرمایا۔

۲۵: صفر المظفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۸: اکتوبر ۱۹۲۱ء کو امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کا وصال ہوا۔تاریخی روایات سے اندازہ ہوتا ہے کہ ماہ صفر ۱۳۴۰ھ میں خط وکتابت موقوف ہونے کے بعد امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے حضور حجۃ الاسلام ،حضور صدرالا فاضل

وحضور صدر الشریعہ علیہم الرحمۃ والرضوان کولکھنو بھیجا اور علامہ عبد الباری فرنگی محلی قدس سرہ العزیز نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کے تحریر کردہ توبہ نامہ پر دستخط فرمادیا اور اس کے بعد الطاری الداری کو کالعدم قرار دے دیا گیا۔ چوتھی اور آخری توبہ کا واقعہ مندرجہ ذیل ہے۔

چوتھا توبہ نامہ

مولانا ریاست علی خاں شاہجہاں پوری علیہ الرحمہ جمادی الاولی ۱۳۳۹ھ کے آخری ایام میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہوئے اور علامہ عبد الباری فرنگی محلی علیہ الرحمۃ والرضوان کے لیے ملاقات کی اجازت طلب کی۔ اس وقت سے دوم صفر المظفر ۱۳۴۰ھ تک کے حالات اور مراسلات وخطوط ''الطاری الداری'' میں ہیں۔

اسلاف کرام کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کی حیات مبارکہ ہی میں ''الطاری الداری'' کی اشاعت ہوئی اور اسی مدت میں علمائے اہل سنت لکھنو تشریف لے گئے اور حضرت علامہ عبد الباری فرنگی محلی قدس سرہ العزیز نے توبہ تحریر فرمائی۔ تفصیلی توبہ کے بعد امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان نے ''الطاری الداری'' کو کالعدم قرار دیا۔ اس طرح توبہ کا واقعہ چار مرتبہ پیش آیا: واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حضرت مفتی سید غلام معین الدین نعیمی علیہ الرحمۃ والرضوان نے رقم فرمایا: ''جب حضرت مولانا عبد الباری صاحب فرنگی محلی قدس سرہ سے خلافت کمیٹی کے بام عروج کے وقت گاندھی گردی کے تحت چند کلمات غیر محتاط خلاف اسلام نکل گئے، حتی کہ یہ بھی کہہ گئے کہ:

عمرے کہ بآیات واحادیث گزشت
رفتی ونثار بت پرستی کردی

اس پر اعلیٰ حضرت نے خط وکتابت کا سلسلہ شروع فرمایا اور نہایت متین اور سنجیدہ لب ولہجہ میں افہام وتفہیم چاہی، مگر حضرت مولانا مرحوم گاندھی کی عقیدت کے نشہ میں اعلیٰ

حضرت قدس سرہ کی خط وکتابت سے بے پرواہ ہوگئے، پھر اعلیٰ حضرت نے ''الطاری الداری لہفوات عبدالباری'' دو جلدوں میں تالیف فرمائی۔ جب حضرت فرنگی محلی قدس سرہ کے مطالعہ میں دونوں جلدیں آئیں تو تبحر علمی کے ساتھ خشیت الٰہی نے مساعدت کی اور مفاہمت کی طرف میلان ظاہر کیا۔ چناں چہ اس مفاہمت کے لیے اعلیٰ حضرت نے اپنے بڑے صاحبزادے حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خاں صاحب اور حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب قدس سرہما کو حضرت استاذ العلما صدر الافاضل شیخ الشیوخ مرادآبادی قدس سرہ کی معیت میں روانہ فرمایا۔ وہاں پہنچنے کے بعد اس وفد میں گفتگو کے لیے حضرت صدر الافاضل کو منتخب کیا گیا۔

گفتگو ایسے خوش گوار ماحول میں ہوئی کہ مولانا فرنگی محلی جھکتے چلے گئے، حتی کہ اعتراف حق کے ساتھ اظہار حق کے لیے کاغذ اٹھایا اور اپنا توبہ نامہ غلطی ہائے ماضیہ پر لکھنا شروع کیا کہ اتنے میں حضرت مولانا صاحب کے ایک متمول عقیدت مند جو وہاں کے بوچڑوں میں سے تھے، ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوگئے اور عرض کرنے لگے کہ حضور! اس میں ہماری ذلت ہے۔ مقابلہ کے لیے چیک بک سامنے ہے۔ لاکھ، دو لاکھ جتنا چاہیں، خرچ فرمائیں، مگر توبہ نامہ نہ لکھیں۔ اللہ غریق رحمت فرمائے حضرت مولانا فرنگی محلی کو کہ انہوں نے نہایت بے نیازانہ طور پر اسے جواب دیا کہ:

''کمرے سے باہر چلے جاؤ، کیا تم میرا ایمان چیک بک کے ذریعہ خریدنا چاہتے ہو؟ مجھے اپنے ایمان کی پڑی ہے۔ تجھے اپنی دولت کا غرہ ہے۔ میں ایسے ہی لوگوں کو شیاطین الانس سمجھتا ہوں۔ میری یہ توبہ اپنے خاتمہ کو درست کرنے کے لیے ہے، نہ کہ کسی شخصیت سے مرعوب ہوکر''۔

حضرت صدر الافاضل نے بروقت نہایت متانت سے فرمایا:

''حضرت! یہ تحریر صرف شہادت ملائکہ تک ہے، یا ہم تینوں اس کے شاہد ہیں۔ یہ

پریس میں نہیں جائے گی ۔اس کی اشاعت ہرگز نہ ہوگی''۔

تو حضرت مولانا فرنگی محلی صاحب نے فوراً جواب دیا کہ:

''جب میں اپنے رب کے حضور خوف وخشیت سے تائب ہو رہا ہوں تو اشاعت کا مجھے خطرہ نہیں ۔ مجھے دنیا کی ذلت کے مقابلے میں اخروی ذلت سے خطرہ ہے''۔

غرضے کہ وہ تحریر لے کر اصحاب ثلاثہ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تحریر پیش کی تو یہ حق پرستی وحق نیوشی اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی دیکھی گئی کہ اسی وقت حکم دیا:

''الطاری الداری'' کو نذر آتش کردو۔

اس زمانہ کے اعتبار سے وہ کئی ہزار کے صرفہ سے چھپی تھی ۔اس کی جلدوں میں سے ایک جلد حضرت مولانا ابوالحسنات مرحوم ومغفور اور ایک حضرت مولانا ابوالرکات سید احمد صاحب مدظلہ العالی ناظم انجمن حزب الاحناف کے یہاں محفوظ ہے اور اسی طرح بعض خاص متوسلین ومعتقدین کے پاس محفوظ ہیں جن کا آج تک دہرانا یا کسی کو بتانا پسند نہیں کیا جاتا''۔

(حیات صدرالافاضل:ص 47-49 -فرید بک اسٹال لاہور)

منقولہ بالا اقتباس سے واضح ہوگیا کہ حضرت علامہ عبدالباری فرنگی محلی قدس سرہ العزیز (۱۸۷۸ء-۱۹۲۶ء) کی آخری توبہ کا واقعہ بھی امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کی حیات ہی میں پیش آیا۔توبہ کے بعد''الطاری الداری'' کو کالعدم قرار دیا گیا: واللہ تعالیٰ اعلم

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم وآلہ العظیم

باب دوم

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ واصحابہ اجمعین

اعتقادیات میں شبہ کے وقت شرعی حکم کیا ہے؟

یہ نظریہ غلط ہے کہ جب کسی کافر کلامی کے کفر میں کسی کو شبہ ہو جائے اور اس کی تکفیر سے وہ انکار کرے تو اس پر کفر کلامی کا حکم نافذ نہیں ہوگا، بلکہ کفر فقہی کا حکم نافذ ہوگا۔ یہ خود ساختہ نظریہ ہے۔ فرقہ دیوبندیہ کے عناصر اربعہ کو خود اپنے کفر میں اور دیوبندیوں کو عناصر اربعہ کے کفر میں شبہ ہوا، لیکن اشخاص اربعہ کو کافر کلامی قرار دیا گیا اور اشخاص اربعہ کی حقیقت حال سے واقف دیوبندیوں کو بھی کافر کلامی تسلیم کیا گیا۔ شبہ کا مفصل حکم درج ذیل ہے۔

جب کسی ملزم کا کافر کلامی ہونا ثابت ومتحقق ہو جاتا ہے، تب فتویٰ میں ''من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر'' کا قاعدہ کلیہ استعمال کیا جاتا ہے۔ یہاں حسام الحرمین کے فتاویٰ زیر بحث ہیں۔ فتویٰ میں جب ''من شک'' کا استعمال ہو تو بالکل واضح ہے کہ اس ملزم سے متعلق ساری تحقیق ہو چکی ہے۔ اب شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ جو اس کے کفر میں شک کرے، وہ بھی کافر ہے۔ تصدیق کرنے والے کو ملزم کے کفریہ عقائد کا علم ضروری ہے، تا کہ وجہ کفر معلوم ہو سکے اور تصدیق کے لیے حکم کفر کا علم بھی ضروری ہے۔

اگر کفر کلامی کا فتویٰ صحیح ہے تو دیگر مومنین کو کافر کلامی کے کافر ہونے کی تصدیق لازم ہے، یعنی اس پر جو شرعی حکم وارد ہوا ہے، اس کو ماننا لازم ہے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ کسی کو شبہہ ہو جائے اور کافر کلامی کو کافر نہ مانے تو اس پر حکم کفر نہیں۔ سوال یہ ہے کہ آج کل ملحدین وجود خداوندی پر سوالات اٹھاتے ہیں۔ اگر کسی کو وجود الٰہی پر شبہ ہو جائے اور وہ شبہ کے سبب اللہ تعالیٰ کے وجود کا انکار کر دے تو وہ کافر ہے۔ مشرکین مکہ کو توحید الٰہی پر شبہہ تھا۔ وہ کہتے تھے:

(اَ جَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ)(سورہ ص: آیت 5)

ترجمہ: کیا اس نے بہت خداؤں کا ایک خدا کر دیا۔ بے شک یہ عجیب بات ہے۔

(کنزالایمان)

شبہ کے سبب مشرکین نے توحید کا انکار کیا تو بھی اللہ تعالیٰ نے انہیں کافر ومشرک قرار دیا۔ دراصل جہاں شبہات باطلہ ہوں، وہاں شبہات باطلہ کو دور کر کے حکم شرعی کو ماننا ہے۔ اگر شبہات باطلہ بالکل نہ ہوں تو تکلیف کا معنی باطل ہو جائے گا۔ بندے مکلّف ہیں۔ تمام احکام شرعیہ کا اضطراری یقین حاصل ہو تو تکلیف کا معنی باطل ہو جائے گا۔

اسی طرح کسی کو قطعی علم حاصل ہو گیا، مثلاً خبر متواتر کے راویوں کی تعداد کے مساوی مومنین نے اسے بتا دیا کہ تمام علمائے حق فرقہ دیوبندیہ کے اشخاص اربعہ کو ان کے فلاں فلاں کفریہ عقائد کے سبب کافر مانتے ہیں۔ اتنے مومنین کے بتانے سے اسے یقین کامل حاصل ہو گیا کہ ان کفریہ عقائد کے سبب اشخاص اربعہ کافر ہیں۔ اب وہ ان لوگوں کے کافر ہونے میں شک کرے تو وہ خود کافر ہے۔

اگر کوئی علمی شبہ ہے تو شبہ دور کیا جائے گا، نہ کہ اشخاص اربعہ کے کافر ہونے میں شک کیا جائے گا۔ کافر ہونے میں شک کرنا الگ ہے اور کوئی علمی شبہ ہونا الگ ہے۔

دیابنہ اشخاص اربعہ کی تکفیر پر شبہات پیش کرتے ہیں۔ علمائے اہل سنت کتابوں میں ان کے جوابات تلاش کرتے ہیں اور ان کے شبہات کو دور کرتے ہیں۔ جواب تلاش کرنے کی مدت میں علمائے حق اشخاص اربعہ کی تکفیر سے متعلق کسی شک میں مبتلا نہیں رہتے ہیں، بلکہ حسب سابق ان کو یقین حاصل رہتا ہے کہ اشخاص اربعہ کافر ہیں۔

تمام مومنین کو اشخاص اربعہ کی تکفیر کلامی پر وارد ہونے والے تمام شبہات کے جواب پر مطلع ہونا ضروری نہیں۔ صرف حکم شرعی کو ماننا ضروری ہے۔ توحید الٰہی، ہمارے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت ونبوت، قیامت اور بے شمار اسلامی احکام پر مخالفین کے نوع بہ

نوع اعتراضات ہیں۔تمام مومنین کوان تمام شبہات اوران کے جوابات پر مطلع ہونا ضروری نہیں۔عوام مسلمین کوملحدین کے کتنے شبہات اوراس کے جوابات کاعلم ہے؟

نہ ہرایک کوتمام شبہات کاعلم ہے،نہ تمام کے جوابات کا ہرایک کوعلم ہے۔

سارے اعتراضات اشخاص اربعہ کی تکفیر پراٹھتے ہیں۔قادیانی کی تکفیر پرکوئی سوال نہیں، کیوں کہ دیوبندیوں نےتکفیر کردی ہے،یعنی دیابنہ جس کوکافر کہہ دیں،وہ کافر ہے۔

جن لوگوں کے تعلقات دیوبندیوں سے ہیں،وہ حرکت مذبوحی میں مبتلا ہیں۔وہ صحیح راہ پرآتے نہیں اور نہ دوسروں کوصحیح راہ پر دیکھنا چاہتے ہیں۔وہ تاویلات باطلہ کے ذریعہ شرعی احکام کوبدلنے کی کوشش کرتے ہیں،حالاں کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کاخود ہی محافظ ہے۔

کافر کلامی کوکافر ماننا ضروری اورشبہ دورکرنے کاحکم

اعتقادی امورجن کوماننا ضروری ہو،اوران میں غلط اعتقاد کےسبب ایمان خلل پذیر ہو،ایسے امور میں شک وشبہ ہوجائے توشک وشبہ دورکرکےصحیح حکم شرعی کو ماننالازم ہے۔ مسئلہ تکفیرکلامی بھی اسی قبیل سے ہے کہ جان بجھ کرکسی کافرکومومن مان لینے سےایمان متاثر ہوجاتاہے۔کافرکوکافراورمومن کومومن ماننے کاحکم ہے۔من مانی کرنا جائزنہیں۔

ملاعلی قاری حنفی (۹۳۰ھ-۱۰۱۴ھ) نے رقم فرمایا:(**فقد نص العلامة ابن المقری کما سبق ان من شک فی کفر الیهود والنصاری وطائفة ابن عربی فهو کافر-وهو امر ظاهر وحکم باهر-واما من توقف فلیس بمعذور فی امره -بل توقفه سبب کفره-فقد نص الامام الاعظم والهمام الاقدم فی الفقه الاکبر-انه اذا اشکل علی الانسان شیء من دقائق علم التوحید فینبغی له ان یعتقد ما هو الصواب عند الله تعالی الی ان یجد عالما فیسأله ولا یسعه تاخیر الطلب ولا یعذر بالوقف فیه-ویکفر ان وقف-انتهی**)

(الرد علی القائلین بوحدۃ الوجود:ص155 - دار المامون للتراث دمشق)

ترجمہ: جیسا کہ گزر چکا کہ علامہ ابن مقری نے صراحت کی ہے کہ جو یہود ونصاریٰ اور طائفہ ابن عربی کے کفر میں شک کرے، وہ کافر ہے اور یہ ظاہر معاملہ اور واضح حکم ہے، لیکن جو توقف کرے تو وہ اپنے معاملے میں معذور نہیں ہے، بلکہ اس کا توقف اس کے کفر کا سبب ہے۔امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فقہ اکبر میں رقم فرمایا کہ جب علم توحید (علم عقائد) کے دقیق مسائل میں سے کوئی مسئلہ انسان کے لیے مشکل ہو جائے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ اس کا اعتقاد رکھے جو عند اللہ صحیح ہے، یہاں تک کہ کسی عالم کو پائے تو اس سے دریافت کرے اور اس کو طلب وجستجو میں تاخیر کرنا جائز نہیں اور اس مسئلہ میں توقف کرنے سے وہ معذور نہیں ہوگا اور اگر وہ توقف کرے تو وہ کافر ہو جائے گا۔

یہ قول حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ العزیز سے متعلق نہیں ہے، بلکہ طائفہ ابن عربی سے متعلق ہے۔طائفہ ابن عربی اپنی بداعتقادی کے سبب کافر کلامی ہے۔

یہ لوگ خود کو حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب کرتے تھے اور غلط عقائد رکھتے تھے، جیسے عہد حاضر میں برصغیر کے متعدد مزارات اولیائے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کے مجاورین نیم رافضی ہو چکے ہیں اور خود کو ان اولیائے کرام کی طرف منسوب کرتے ہیں، حالاں کہ وہ اولیائے کرام علیہم الرضوان سنی صحیح العقیدہ تھے۔

منقولہ بالا عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ کافر کلامی کو کافر ماننا ہے۔اس میں توقف کرنا جائز نہیں، بلکہ توقف کے سبب کفر کا حکم وارد ہوگا۔اگر کوئی شبہ ہو تو شبہ کو دور کرے۔کسی عالم سے شبہ کا جواب دریافت کرے اور فی الحال یہ عقیدہ رکھے کہ جو عند اللہ حق وصحیح ہے، وہی میرا عقیدہ ہے۔اسے حکم صحیح کی طلب وجستجو میں تاخیر کرنا درست نہیں اور توقف کو اپنا عقیدہ بنا لینے کے سبب وہ معذور نہیں ہوگا، بلکہ توقف کے سبب وہ کافر قرار پائے گا۔

شبہ دور کرنے کا حکم تکفیر کلامی کے مسئلہ میں بھی نافذ ہوتا ہے۔جب تکفیر کلامی کے معاملہ میں توقف کی اجازت نہیں تو تکفیر کلامی سے اختلاف وانکار کی اجازت کیسے ہوگی۔کفر کلامی کفر قطعی ہے۔قطعیات میں اجتہاد واختلاف جائز نہیں۔کچھ شبہ ہو تو شبہ دور کرے۔وہ امور جن میں توقف کے سبب ایمان متاثر ہو،ان میں توقف کی اجازت نہیں۔

ضروریات دین وضروریات اہل سنت میں توقف جائز نہیں

اگر کسی کو قطعی عقائد میں اشکال ہو گیا تو اگر وہ تحقیق وتفتیش کا اہل ہے تو تحقیق کرے۔عہد تحقیق میں یہ اجمالی عقیدہ رکھے کہ جو عنداللہ حق ہے،وہی ہمارا اعتقاد ہے۔اگر وہ تحقیق کا اہل نہیں تو اہل علم سے سوال کرے۔آیت مقدسہ:(**فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون**) میں یہی حکم دیا گیا کہ عدم علم کے وقت اہل علم سے سوال کیا جائے۔

ایسا نہیں کہ توقف کو اپنا عقیدہ بنالے اور یہ کہے کہ مجھے کچھ معلوم نہیں،یا میرے لیے حقیقت ظاہر نہیں ہوسکی۔ظنی مسائل میں عدم علم کے وقت توقف کی اجازت ہے،لیکن قطعی مسائل میں تلاش حق کا حکم ہے۔جب تک وہ تلاش وتحقیق کر رہا ہے،اس وقت تک یہ عقیدہ رکھے کہ جو عنداللہ حق ہے،وہی ہمارا عقیدہ ہے۔ضروری دینی میں شبہ ہونے پر تلاش وتحقیق ترک کر کے خاموش بیٹھ گیا اور توقف کو اپنا عقیدہ بنالیا تو یہ توقف بھی کفر ہے۔

(1)امام محی الدین محمد بن بہاءالدین (م۹۵۶ھ) نے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کی تشریح میں رقم فرمایا:

((وَاِذَا اَشْکَلَ عَلَی الْاِنْسَانِ)عَلٰی وَاحِدٍ من نوع الانسان(شَیْءٌ مِنْ دَقَائِقِ عِلْمِ ا لتَّوْحِیْدِ)مِمَّا یَلْزَمُ بِاِخْلَالِ الْاِعْتِقَادِ به اِخْتِلَالُ الْاِیْمَانِ(فَاِنَّهٗ یَنْبَغِیْ لَهٗ)اِشَارَةٌ اِلٰی اَنَّه لا یجب استحضارُ ھذا الاعتقاد فی خصوص المسألة بَعْدَ مَا اِعْتَقَدَ اِجْمَالًا بِصِدقِ النَّبِیِّ صلی اللّٰہ علیه وسلم فی جمیع

مَـا جَـاءَ مـن عـنـد الـلّٰه–وَاِلَّا فَالْاِیْمَانُ الْاِجْمَالِیُّ وَاجِبٌ قَطْعًا(اَنْ یَعْتَقِدَ فِی الْـحَـالِ)بـلا تـاخیـرٍ وَلَا تَـرَاخٍ(مَا هُوَ الصَّوَابُ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰی)اَیْ یَعْتَقِدُ اَنَّ الْـحَـقَّ فـی نفس الامر ما هو الحق عند اللّٰه تَعَالٰی فی عِلْمِه وفی اَمْرِه عِبَادَه بِالْاِعْتِقَادِ مِنْ غَیْرِ تَعَیُّنِ وُقُوْعِ النِّسْبَةِ اَوْ لَا وُقُوْعِها فی تلک المسألة.

ویـومـن اِجْمَالًا بِمَا هُوَالْحَقُّ فِیْ حُکْمِهٖ(اِلٰی اَنْ یَجِدَ عَالِمًا فَیَسْأَلَهٗ)اَنَّ الْـحَـقَّ مَاذَا عَلَی التَّفْصیل(وَلَا یَسَعُهٗ تَاخِیْرُ الطَّلَبِ)اَیْ طَلَبِ اْلاعْتِقَادِ الْحَقِّ فِی الْمَسْأَلَةِ الْمُشْکِلَةِ(وَلَا یُعْذَرُ بِالْوَقْفِ فِیْهِ)لان الوقفَ رِضَاءٌ بالجهل فیما یـجـب الاعتـقـاد بـه مـن عـقـائـد الـدیـن فَلَا یَکُوْنُ مَعْذُوْرًا اِلَّاعِنْدَ الْعَجْزِ وَالْاِضْـطِـرَارِ–فَـاِذَا وَجَـدَ عَـالِمًا بِعِلْمٍ وَیَعْلَمُ الطَّالِبُ زَالَ العجزُ–فَلَا یُقْبَلُ الْعُذْرُ(وَیَکْفُرُ اِنْ وَقَفَ)لانه اِعْرَاضٌ عن الایمان الواجب ورِضَاءٌ بالکفر)

(القول الفصل شرح الفقہ الاکبر:ص426:استنبول ترکی)

ترجمہ:جب کسی انسان پرعلم توحید کے باریک مسائل میں سے کوئی مسئلہ مشکل ہو جائے جس کے اعتقاد میں خلل ہونے کےسبب ایمان میں خلل لازم آئے تواس کے لیے بلا تاخیر فوراً اس کا اعتقاد کرنا مناسب ہے جوعنداللہ حق ہے۔(ینبغی لہ)اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خاص کراس مسئلہ میں اس اعتقاد کومستحضر کرنا ضروری نہیں جب کہ وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لائے ہوئے تمام امور کے صادق ہونے کا اجمالی طور پراعتقاد کر چکا ہو،ورنہ ایمان اجمالی قطعی طور پرواجب ہے۔

یعنی یہ اعتقاد کرنا مناسب ہے کہ حق نفس الامر میں وہی ہے جواللہ تعالیٰ کے یہاں اس کے علم میں اوراپنے بندوں کواس کے اعتقاد کاحکم دینے میں حق ہے،اس مشکل مسئلہ میں وقوع نسبت یالاوقوع نسبت کےتعین کے بغیر(کیوں کہ وہ ابھی اس کے لیے واضح نہیں)

اوراجمالی طور پراس صورت پرایمان لائے جوصورت اس مشکل مسئلہ کے حکم میں حق

ہے، یہاں تک کہ کسی عالم کو پائے تو اس سے تفصیلی طور پر دریافت کرے کہ حق کیا ہے اور اس کو طلب میں تاخیر کرنے کی گنجائش نہیں ،یعنی مشکل مسئلہ میں حق اعتقاد کی طلب میں تاخیر کرنے کی گنجائش نہیں ،اور وہ اس میں توقف کرنے پر معذور نہیں ہوگا ، کیوں کہ توقف کرنا دینی عقائد میں سے اس عقیدہ کے بارے میں جہالت پر راضی ہونا ہے جس عقیدہ کا اعتقاد ضروری ہے، پس وہ صرف عجز واضطرار کے وقت معذور ہوگا ، پھر جب وہ اس بات کے جاننے والے کو پالے اور (اس) طلب گار کو معلوم ہو (کہ یہ اس بات کو جانتا ہے) تو عجز واضطرار زائل ہوگیا ، پس عذر قبول نہیں کیا جائے گا ،اور یہ طلب گار کافر ہوجائے گا ،اگر وہ توقف کرے، کیوں کہ توقف کرنا ایمان واجب سے اعراض کرنا اور کفر پر راضی ہونا ہے۔

(2) محدث ملا علی قاری حنفی نے رقم فرمایا: ((واذا اشكل)اى التبس(على الانسان)اى من اهل الايمان(شيء من دقائق علم التوحيد)اى ولم يتحقق عنده حقائق مقام التفريد ومرام التمجيد(فينبغى له)اى يجب عليه(ان يعتقد فى الحال ما هو الصواب عند الله تعالىٰ)اى بطريق الاجمال(الىٰ ان يجد عالما)اى عارفًا بحقيقة الاحوال(فيسأله)اى ليعلم العلم التفصيلى علىٰ وجه الكمال(ولا يسعه تاخير الطلب)اى عند تردده فى صفة من صفات الجلال اونعوت الجمال.

(ولا يعذر بالوقف عليه)اى بتوقفه فى معرفة هذه الاحوال وعدم تفحصه بالسوال(ويكفر)اى فى الحال(ان وقف)اى بان توقف علىٰ بيان الامر فى الاستقبال،لان التوقف موجب للشك وهو فيما يفترض اعتقاده كالانكار،ولذا ابطلوا قول الثلجى من اصحابنا حيث قال:اقول بالمتفق، وهو انه كلامه تعالى،ولا اقول مخلوق اوقديم.

هذا،والمراد بدقائق علم التوحيد اشياء يكون الشك والشبهة فيها

منافیا للایمان ومناقضا للاتقان بذات اللّٰہ تعالٰی وصفته ومعرفة کیفیة المؤمن به باحوال آخرته،فلا ینافی ان الامام توقف فی بعض الاحکام، لانها فی شرائع الاسلام فالاختلاف فی علم الاحکام رحمة والاختلاف فی علم التوحید والاسلام ضلالة وبدعة والخطأ فی علم الاحکام مغفور،بل صاحبه فیه ماجور،بخلاف الخطأ فی علم الکلام فانه کفر وزور وصاحبه مازور)

(منح الروض الازہر فی شرح الفقہ الاکبر:ص321-322-دارالسلامہ بیروت)

ترجمہ:جب اہل ایمان میں سے کسی انسان پرعلم توحید کے باریک مسائل میں سے کوئی مسئلہ مشکل یعنی مشتبہ ہوجائے ،یعنی مقام تفرید ومقصد تمجید(عقائدحقانیہ)کے حقائق اس کے نزدیک متحقق نہ ہوتواس کے لیے مناسب ہے،یعنی اس پرضروری ہے کہ فی الحال وہ اجمالی طور پراس کا اعتقادکرے جواللہ تعالیٰ کے یہاں درست ہے، یہاں تک کہ کسی عالم یعنی حقیقت احوال کے جانکارکو پائے تو اس سے دریافت کرے،تا کہ وہ مکمل طریقے پرعلم تفصیلی حاصل کرلے،اوراس کوصفات جلالیہ اوراوصاف جمالیہ میں سے کسی صفت میں تردد کے وقت طلب میں تاخیرکرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

اوروہ اس میں توقف کرنے پرمعذورنہیں ہوگا،یعنی ان احوال کی معرفت میں توقف کرنے پراورسوال کے ذریعہ اس کی تفتیش نہ کرنے پرمعذورنہیں ہوگا،اوروہ کافرہوجائے گا ،یعنی وہ فی الحال کافرہوجائے گا اگروہ توقف کرے،یعنی مستقبل میں امرمشکل کی تفتیش پر موقوف کردے، کیوں کہ توقف کرنا شک کا سبب ہے، اورجس کا اعتقادفرض ہو،اس میں شک کرناانکارکرنے کی طرح ہے۔

اسی لیے ہمارے اصحاب حنفیہ میں سے ثلجی کےقول کوعلمانے باطل قراردیاجب اس نے کہا کہ میں متفق علیہ کا قول کرتا ہوں اوروہ یہ ہے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہےاور میں نہیں کہتا ہوں کہ قرآن مخلوق ہے یاقدیم۔

اسے محفوظ کرلو،اور علم توحید کے دقائق سے وہ عقائد مراد ہیں جن میں شک وشبہ ایمان کے منافی اور اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر یقین کے مناقض ہے،اوراحوال آخرت میں سے مومن بہ (جس پر ایمان لایا جائے) کی کیفیت کی معرفت کا معارض ہے۔

پس یہ ایمان کے منافی نہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعض احکام میں توقف کیا، کیوں کہ وہ توقف اسلام کے عملی احکام میں ہے، پس علم احکام میں اختلاف رحمت ہے اور اور علم توحید واسلام میں اختلاف ضلالت وبدعت ہے،اور علم احکام میں خطا قابل مغفرت ہے، بلکہ اس میں خطا کرنے والا قابل اجر وثواب ہے،علم کلام میں خطا کے برخلاف، کیوں کہ وہ خطا کفر اور باطل ہےاوراس کا مرتکب اہل باطل ہے۔

(3) سیف اللہ المسلول علامہ فضل رسول بدایونی قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:

(اذا اشكل اى التبس على الانسان من اهل الايمان شَيْءٌ من دقائق علم التوحيد(١)يَجبُ عَلَيْهِ اَنْ يعتقد فى الحال(٢)بما هو الصوابُ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى بطريق الاجمال اِلٰى اَنْ يَجِدَ عَالِمًا فَيَسْاَلُهٗ وَلَايَسَعُهٗ تَاخِيْرُ الطَّلَبِ –وَلَا يُعْذَرُ بالْوَقْفِ عَلَيْهِ اىْ بتَوَقُّفِه فى معرفةِ هذه الاحوال–وعدم تفحصه بالسوال ويَكْفُر(٣)فِى الْحَالِ اِنْ تَوَقَّفَ عَلٰى بَيَانِ الْاَمْرِ فِى الْاِسْتِقْبَالِ–لِاَنَّ التَّوَقُّفَ مُوْجِبٌ(٤)لِلشَّكِّ وهو فيما يَفْتَرِضُ اِعْتِقَادُه كَالْاِنْكَارِ–وَلِذَا اَبْطَلُوْا قَوْلَ الثَّلْجِى من اَصْحَابِنَا(٥)حيث قَالَ:اَقُوْلُ بِالْمُتَّفَقِ–وَهُوَ اَنَّه كَلَامُه تَعَالٰى–وَلَا اَقُوْلُ:مَخْلُوْقٌ اَوْ قَدِيْمٌ.

هٰذَا–المرادُ بِدَقَائِقِ عِلْمِ التَّوحِيْدِ اَشْيَاءٌ يَكُوْنُ الشَّكُّ وَالشُّبْهَةُ فِيْهَا مُنَافِيًا لِلْاِيمَانِ وَمُنَاقِضًا لِلْاِيْقَانِ بِذَاتِ اللّٰهِ وَصِفَاتِه وَمَعْرِفة كيفية الْمُوْمَنِ به بِاَحْوَالِ اٰخِرَتِه(٦)فَلَا ينافى اَنَّ الْاِمَامَ تَوَقَّفَ فى بعض الاحكام (٧)لانها فى شرائع الاسلام–فالاختلافُ فى علم الاحكام رَحْمَةٌ(٨)والاختلاف فى

علـم التـوحيد و الاسلام ضَلَالَةٌ وَبِدْعَةٌ-والخطاءُ فی علم الاحکام مغفورٌ بـل صـاحبُـه فيه ماجورٌ-بخلاف الخطاء فی علم الکلام فانه کفرٌ وزورٌ-و صـاحبـه مـا زورٌ-هـٰذَا مَـا اَفَادَهِ الْاِمَامُ الْاَعْظَمُ فِی الْفِقْهِ الْاَکْبَرِ والقاری فی شرحه) (المعتقد المنتقد :ص238-المجمع الاسلامی مبارکپور)

ترجمہ: جب اہل ایمان میں سے کسی انسان کوعلم توحید کے دقیق مسائل میں سے کسی مسئلہ میں اشکال یعنی اشتباہ ہو،اس پر فی الحال واجب ہے کہ اجمالی طور پراس بات کا اعتقاد کرے جواللہ تعالیٰ کے نزدیک درست ہے، یہاں تک کہ کسی عالم کو پائے تو اس سے پوچھے اوراسے حق کی طلب میں تاخیر کا اختیار نہیں اور وہ اس مسئلہ میں توقف کی وجہ سے یعنی ان احوال کی معرفت میں توقف اور کسی عالم سے سوال کرکے حق کی تلاش نہ کرنے کے سبب معذور نہ ہوگا اور وہ فی الحال کافر ہوجائے گا اگر مستقبل میں صحیح عقیدہ بیان کرنے پر(ابھی) توقف کرے،اس لیے کہ توقف شک کا موجب ہے اور ایسی بات میں شک جس کا اعتقاد فرض ہے،انکار کی طرح ہے،اسی لیے علمانے ہمارے اصحاب میں سے ثلجی کے قول کو باطل کہا ، جب ثلجی نے کہا کہ جو بات متفق علیہ ہے، میں اس کو مانتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور میں یہ نہیں کہتا کہ: وہ مخلوق ہے یا قدیم ہے،اسے محفوظ کرلو۔

اورعلم توحید کے مسائل دقیقہ سے مراد وہ اشیا ہیں جن میں شک وشبہ ایمان کے منافی ہے اوراللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر یقین کا معارض ہے اوراحوال آخرت میں سے مومن بہ (جس پرایمان لایا جائے) کی کیفیت کی معرفت کا معارض ہے، پس امام اعظم کا بعض احکام میں توقف کرنا ایمان کے منافی نہیں ،اس لیے کہ وہ احکام دین اسلام کے شرعی احکام (ظنی احکام)ہیں،تو علم احکام (ظنی مسائل) میں اختلاف رحمت ہے اورعلم توحید واصول اسلام میں اختلاف بدعت وضلالت ہے اورعلم احکام میں خطا معاف ہے، بلکہ خطا کرنے والا مجتہد اپنی خطا پر مستحق اجر وثواب ہے،علم کلام میں خطا اس کے برخلاف ہے، اس لیے کہ یہ خطا

کفراور گناہ ہے اور خطا کرنے والا مستحق سزا ہے۔ یہ وہ ہے جس کا افادہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فقہ اکبر میں کی اور ملا علی قاری نے اس کی شرح میں کیا۔

ثلجی فقہی مسائل میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقلد تھا اور عقیدہ کے اعتبار سے معتزلی تھا۔ ثلجی نے قرآن مجید سے متعلق کہا کہ میں اسے کلام الٰہی مانتا ہوں، وہ مخلوق ہے یا غیر مخلوق، اس بارے میں کچھ نہیں کہتا، یعنی اس نے سکوت وتوقف کیا۔ اس کے قول کو باطل قرار دیا گیا اور وہ توقف کے سبب گمراہ قرار پایا۔ کلام الٰہی کو غیر مخلوق ماننا ضروریات اہل سنت میں سے ہے۔ منقولہ بالا اقتباس سے واضح ہوگیا کہ ضروریات اہل سنت میں بھی توقف کرنا صحیح نہیں، بلکہ صحیح مسئلہ کا علم حاصل کر کے عقیدہ کی تصحیح واصلاح ضروری ہے۔

جن امور میں شک وشبہ کے سبب ایمان متاثر ہوتا ہے، ان میں توقف صحیح نہیں۔

اجماعی عقائد کا انکار ضلالت وبدعت ہے، پس اجماعی عقائد میں بھی توقف صحیح نہیں۔

تاویل فاسد کے سبب کسی مومن کی تکفیر نہ کرنا ضروریات اہل سنت میں سے ہے، لہٰذا تاویل فاسد کے سبب کسی مومن کی تکفیر کے سبب فقہا تکفیر فقہی کرتے ہیں اور متکلمین حکم ضلالت نافذ کرتے ہیں۔ اگر کسی سے لغزش وخطا صادر ہو جائے تو توبہ ورجوع کیا جائے۔ تاویل باطل سے پرہیز کیا جائے، کیوں کہ غلط تاویلات عنداللہ قابل قبول نہیں۔

(4) امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے منقولہ بالا عبارت کی تشریح میں رقم فرمایا:

(۱) المرادُ بہ عِلْمُ الْعَقَائِدِ مُطْلَقًا فَاِنَّ الْحُكْمَ كذلک فی جمیع المعتقدات (۲) فیقول فی نفسه اِعْتَقَدْتُ بما هو الحَقُّ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰی فی هذه المسألة. (۳) اِنْ کانت المسئلة من ضروریات الدین (۴) اَیْ مُثْبِتٌ لِلشَّکِّ اِنًّا وَاِنْ کَانَ مُوْجَبًا بِالْفَتْحِ لِمًّا-وَلَایَنْبَغِیْ اَنْ یُجْعَلَ فی المتن بالفتح -لان مُوْجَبَ الشَّیْءِ بالفتح لا یستلزم وجودُه وجودَ الشَّیْءِ لِجَوَازِ تَعَدُّدِ الْمُوْجِبَاتِ (۵) من اصحابنا اَیِ الْحَنْفِیَّةِ فُرُوْعًا لَا اُصُوْلًا-لَاَنَّه مَعْدُوْدٌ فی

المعتزلة(٦)علٰی صیغة المفعول ای مَا یُوْمَنُ بِه کذا فی شرح القاری– وَلَعَلَّ الْبَاءَ بمعنٰی مِنْ –اَیْ بِمَعْرفة کیفیة ما یُوْمَنُ بِه من احوال المعاد (٧) کَوَقْتِ الْخِتَانِ وَغَیْرِه مِمَّا بَلَغَ سَبْعًا وَقَدْ عُدَّتْ فی رد المحتار(٨)لِجَوَازِ تَقْلِیْدِ الْغَیْرِ عند الضرورة بِشَرْطِه المعروف فَهٰذَا الْیُسْرُ عِنْدَ الْعُسْرِ اِنَّمَا جَاءَ مِنْ اِخْتِلَافِ عُلَمَاءِ الْاُمَّة(المعتمد المستند :ص238-المجمع الاسلامی مبارکپور)

(۱)اس سے مراد مطلقاً علم عقائد ہے،اس لیے کہ تمام عقائد میں حکم اسی طرح ہے۔

(۲)پس وہ اپنے دل میں کہے کہ میں نے اس پر عقیدہ رکھا جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس مسئلہ میں حق ہے۔

(۳)اگر مسئلہ ضروریات دین میں سے ہو۔

(۴)یعنی شک کو برہان انی سے ثابت کرتا ہے ۔اگر وہ شک کا موجب بفتح جیم (معلول) ہے تو برہان لمی کے اعتبار سے اور لفظ موجب کو متن میں بفتح جیم قرار دینا مناسب نہیں،اس لیے کہ کسی شئ کا موجب بالفتح ایسا نہیں کہ اس کا وجود وجود شئ کا مستلزم ہو،اس لیے کہ موجبات کا متعدد ہونا ممکن ہے۔

(۵)یعنی فروع میں ہمارے اصحاب حنفیہ میں سے ہے،نہ کہ اصول میں،اس لیے کہ اس کا شمار معتزلہ میں ہے۔

(۶)مجہول کے صیغہ پر یعنی جس پر ایمان لایا جاتا ہے۔ملا علی قاری کی شرح میں اسی طرح ہے اور شاید''با''حرف جر من کے معنی میں ہے،یعنی احوال معاد میں سے جن باتوں پر ایمان لایا جاتا ہے،ان کی کیفیت کی معرفت۔

(۷)جیسے ختنہ کا وقت اور اس کے علاوہ دوسرے مسائل جن کی گنتی سات مسئلوں تک پہنچ گئی اور ردالمحتار میں ان کا شمار کیا گیا ہے۔

(۸)اس لیے کہ مذہب غیر کی تقلید ضرورت کے وقت بشرط معلوم جائز ہے اور مشکل

کے وقت یہ آسانی علمائے امت کے اختلاف سے ہی آئی۔

مومن کو مومن ماننا اور کافر کلامی کو کافر ماننا ضروریات دین سے ہے۔اگر کسی کافر کلامی کے کفر میں کوئی شبہ لاحق ہو جائے تو اس شبہ کو دور کرنا ہے۔حکم شرعی کے انکار کی اجازت نہیں۔ضروریات دین وضروریات اہل سنت میں توقف کی اجازت نہیں، بلکہ اجمالی اعتقاد کی جو شکل منقولہ بالا عبارتوں میں بیان کی گئی ،صرف اس کی اجازت ہے،یعنی جب تک وہ معاملہ حل نہ ہو سکے،اس وقت تک یہ عقیدہ رکھنا ہے کہ اس باب میں جو عند اللہ حق ہے،میرا عقیدہ وہی ہے اور اس پر لازم ہے کہ حق کی جستجو کرتا رہے،یعنی اگر خود عالم ہے تو خود تلاش وجستجو کرے، ورنہ کسی عالم سے دریافت کرے اور پھر جو صحیح عقیدہ بیان کیا جائے، اس کو تسلیم کرے۔تلاش حق میں تاخیر نہ کرے۔ مذکورہ شرط کے مطابق مدت تحقیق تک اجمالی اعتقاد کی اجازت ہے۔ظہور حقیقت کے بعد اس عقیدہ کو ماننا لازم ہے۔

کافر کو کافر اور مومن کو مومن ماننا ضروریات دین میں سے ہے۔کافر کلامی کے کفر میں توقف اور شک بھی کفر ہے۔حق کی تلاش کو ترک کر کے محض یہ اعتقاد رکھ لینا کہ جو عند اللہ حق ہے، وہی میرا عقیدہ ہے، یہ بھی توقف ہے،اور ضروریات دین میں توقف کفر ہے۔

اجماعی عقائد سے انحراف پر بھی ضلالت وبدعت کا حکم نافذ ہوتا ہے،لہٰذا ان میں بھی توقف کی اجازت نہیں ہوگی۔صرف اجتہادی مسائل میں توقف کی اجازت ہوگی۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے دفع شبہ سے متعلق تحریر فرمایا:''امور متعلقہ دین میں جس امر میں شک ہو،تا وقت انکشاف اجمالاً اتنا اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ میں نے وہ اعتقاد کیا جو اللہ عزوجل کے نزدیک حق ہے،اور دفع وسوسہ کے لیے (اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ) اور (**هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ**) پڑھنا اکسیر اعظم ہے،فوراً دفع ہو جاتا ہے،اور لاحول شریف کی تکثیر حد درجہ نافع ہے''۔

(فتاویٰ رضویہ: جلد یازدہم:ص 17 - رضا اکیڈمی ممبئی)

اگر کسی کو اعتقادی امر میں شبہہ لاحق ہوتو وظیفہ بھی پڑھے اور رفع شبہہ کی کوشش کرے۔اگر وہ عالم نہ ہوتو علمائے دین سے دریافت کرکے اپنا شبہہ دور کرے۔

جس کا کفر تواتر کے ساتھ مروی ہو،اسے بھی کافر ماننا جائے گا، جیسے فرقہ دیوبندیہ کے اشخاص اربعہ کا کفر تواتر کے ساتھ مروی ہے کہ ان لوگوں نے اللہ ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی شان اقدس میں بے ادبی کی اور ختم نبوت کا انکار کیا جس کے سبب علمائے حرمین طیبین نے ان لوگوں کی تکفیر کی ہے، پس جس کو ان لوگوں کے کفریات اور ان پر نافذ شدہ حکم کفر کا علم ہے،اس پر لازم ہے کہ ان لوگوں کو کافر مانے۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:''خود علامہ شامی علیہ الرحمۃ تنقیح الفتاوٰی الحامدیہ میں مؤلفِ فتاویٰ علامہ حامد آفندی عمادی سے نقل کرتے ہیں۔انہوں نے شیخ الاسلام عبداللہ آفندی کے مجموعہ میں علامۃ الوریٰ نوح آفندی علیہ الرحمۃ کا فتویٰ دیکھا جس میں ان سے تکفیر روافض کے بارے میں سوال ہوا تھا۔علامہ ان کے کلمات کفریہ لکھ کر فرماتے ہیں:(**ثبت بالتواتر قطعًا عند الخواص والعوام المسلمین ان هذه القبائح مجتمعة فی هؤلاء الضالین المضلین فمن اتصف بواحد من هذه الامور فهو کافر**) (فتاویٰ رضویہ: جلد چہاردہم:ص126-جامعہ نظامیہ لاہور)

ترجمہ:خواص وعوام مسلمانوں میں یہ بات تواتر سے چلی آرہی ہے کہ یہ قباحتیں ان گمراہ وگمراہ گرلوگوں میں جمع ہیں جب کہ جوان قباحتوں میں سے کسی ایک سے متصف ہو،وہ کافر ہے۔

منقولہ بالا اقتباس سے واضح ہوگیا کہ جن لوگوں کے بارے میں تواتر کے ساتھ معلوم ہوکہ وہ لوگ کفریات کے حامل ہیں،اور جوان کفریات کا حامل ہو،وہ کافر ہوتا ہے تو ان کفریات کے حاملین کو کافر ماننا ہوگا، کیوں کہ علمائے اسلام ان لوگوں سے متعلق شرعی احکام بتا چکے ہیں۔بار بار فتویٰ دینے اور حکم شرع بتانے کی ضرورت نہیں۔

اسی قسم کے مفہوم کو امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے فتاویٰ رضویہ میں جابجا فرقہ

دیوبندیہ کے اشخاص اربعہ سے متعلق بیان فرمایا کہ ان لوگوں کو علمائے حرمین طیبین نے کافر کہا ہے۔ جو ان لوگوں کے کفریات پر مطلع ہو کر انہیں کافر نہ مانے، وہ بھی کافر ہے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا: ''دیوبندیہ کی نسبت علمائے کرام حرمین شریفین نے بالاتفاق فرمایا ہے کہ وہ مرتد ہیں، اورشفائے امام قاضی عیاض و بزازیہ ومجمع الانہر ودرمختار وغیرہا کے حوالہ سے فرمایا کہ ''من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر'' جو ان کے اقوال پر مطلع ہو کر ان کے کفر میں شک کرے، وہ بھی کافر''۔

(فتاویٰ رضویہ: جلدسوم:ص265-رضا اکیڈمی ممبئ)

اسلاف کرام وعلمائے اسلام کی منقولہ بالا عبارتوں سے واضح ہو گیا کہ اگر کسی کو اعتقادی مسئلہ میں کوئی شبہ ہو جائے تو اسے یہ عقیدہ رکھنا ہے کہ جو عنداللہ حق ہے، وہی میرا عقیدہ ہے اور وہ حق کی تلاش وجستجو میں لگا رہے، یہاں تک کہ حق کو پالے اور اس کو تسلیم کرے۔ شبہ کے سبب کسی عقیدہ کے انکار کی اجازت نہیں اور یہی بات عقل کے موافق بھی ہے، ورنہ ہر شخص کہے گا کہ مجھے فلاں عقیدہ میں شبہ ہے، پھر وہ اس عقیدہ کا انکار کر بیٹھے گا۔ اس طرح لوگ اسلامی عقائد کے منکر بھی ہو جائیں گے اور وہ مسلمان بھی رہیں گے، یہ بات عقل ونقل کے خلاف ہے۔ ملا علی قاری کی عبارت سے تکفیر کا معاملہ بھی واضح ہو گیا کہ کافر کو کافر ماننا ہے اور اگر کوئی شبہ ہے تو اس شبہ کو دور کرنے کی کوشش میں لگا رہے، یہاں تک کہ حق واضح ہو جائے۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم وآلہ العظیم

باب سوم

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ واصحابہ اجمعین

کفریت قول وعدم کفر قائل کی تشریح

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے دو مکتوب میں رقم فرمایا کہ قول کا کفر ہونا الگ ہے اور قائل کا کافر ہونا الگ ہے۔ جب کوئی امر کفر فقہی ہو، تب متکلمین ایسا کہتے ہیں۔ امام اہل سنت قدس سرہ العزیز مسئلہ تکفیر میں مذہب متکلمین پر تھے، لہٰذا علامہ عبدالباری فرنگی محلی کے جن کلمات میں کفر فقہی پایا جاتا ہے، آپ نے ان کلمات کو کفر کہا اور قائل کو کافر قرار نہ دیا۔

اقتباس اول

علامہ عبدالباری کے ایک قول سے مسلمانوں کا کافر ہونا ثابت ہوتا تھا اور تاویل فاسد سے مسلمان کو کافر کہنا کفر فقہی ہے۔ توبہ نامہ میں امام اہل سنت نے اس کا ذکر فرمایا تھا۔

علامہ عبدالباری نے مکتوب سوم مرقومہ ۲۶: رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ میں اسی قول سے متعلق رقم فرمایا تھا: ''ایک مدت سے ایسے افعال اہل اسلام میں رائج ہیں جو کفر ہو سکتے ہیں، مگر ان پر حکم کفر کا کبھی اگلوں نے نہیں کیا ہے''۔ (الطاری الداری: حصہ دوم: ص 21)

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے جوابی مکتوب سوم مرقومہ: دوم شوال ۱۳۳۹ھ میں رقم فرمایا: '''اجمالاً اتنی گزارش کہ کفر قائل وکفریت قول میں فرق ہونا پہلے عرض کر چکا ہوں۔ اول کی نفی میں سعی خارج از بحث ہوگی۔ وہ مدعا ہوتا تو فقط طلب توبہ پر قناعت نہ ہوتی، بلکہ اس کے احکام لازمہ مثل بطلان نکاح و بطلان بیعت قائل و مریدان قائل وغیرہا بھی ہوتے''۔

(الطاری الداری: حصہ دوم: ص 23- حسنی پریس بریلی شریف)

بطلان نکاح کا حکم کفر کلامی میں ہوتا ہے۔ کفر فقہی میں احتیاطی طور پر تجدید نکاح کا

حکم دیا جاتا ہے، کیوں کہ فقہائے کرام اس قول وفعل کو کفر مانتے ہیں،لہٰذا تجدید نکاح کا حکم دیا جاتا ہے،تاکہ ملزم پر فقہی اصول کے مطابق بھی کوئی اعتراض وارد نہ ہو۔

منقولہ بالا اقتباس سے واضح ہوگیا کہ علامہ عبد الباری پر کفر کلامی کا حکم نہیں تھا۔توبہ کے لیے ایک سوایک امور کی فہرست بھیجی گئی تھی۔ان میں کوئی امر کفر کلامی نہیں۔بعض امور میں کفر کلامی کا احتمال ہے،لیکن اس احتمال کا تعین اسی وقت ہوگا جب قائل اس کی وضاحت کرے۔امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے بحکم شرع اس احتمال کو مراد نہ لیا۔مفتی کو حکم ہے کہ محتمل کلام میں غیر کفری احتمال مراد لے۔باب چہارم میں اس کی تفصیل مرقوم ہے۔

اقتباس دوم

علامہ عبد الباری فرنگی محلی نے امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کو اپنا پیغام مولانا ریاست علی خاں شاہجہاں پوری کے مکتوب اول مرقومہ:۲۷:جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ھ میں لکھوا کر بھیجوایا کہ وہ اپنے کفریات سے توبہ کرنا چاہتے ہیں۔امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے علمائے اہل سنت کی معرفت ایک سوایک قابل توبہ امور کی فہرست لکھنو بھیجوادی۔اس کے بعد علامہ عبد الباری نے علامہ شاہجہاں پوری کے مکتوب دوم مرقومہ:۲۷:جمادی الآخرہ ۱۳۳۹ھ میں اپنا پیغام لکھوا کر بھیجوایا اور بعض امور سے متعلق تفصیل دریافت کی۔دونوں مکتوب میں علامہ عبد الباری کا یہ وعدہ مرقوم تھا کہ وہ کفریات سے توبہ کرلیں گے۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے مکتوب دوم کے جواب میں مکتوب اول مرقومہ:یکم رجب المرجب ۱۳۳۹ھ میں رقم فرمایا:’’سنا گیا کہ جمعیۃ العلما کی مستقل صدارت وہابیہ کسی دیوبندی کو دینا چاہتے ہیں۔یہ اسلام پر اور بھی اشد ہوگا۔مولوی عبد الباری صاحب خود کیوں نہیں اس کے مستقل صدر ہوئے کہ بہ نسبت وہابیہ پھر ہم سے قریب ہوں گے اور اسلام پر ان کا سا فتنہ وصدمہ نہ ہوگا۔میری یہ گزارش بھی مولوی صاحب تک پہنچادیجیے‘‘۔

(الطاری الداری: حصہ اول:ص10-11-حسنی پریس بریلی شریف)

علامہ عبدالباری نے علامہ شاہجہاں پوری کے مکتوب سوم میں اپنا پیغام لکھوا کر بھجوایا:

''جناب نے باوجود کافر سمجھنے میرے کے فتویٰ میرے واسطے جمعیت علمائے کرام کا صدر بنانے کا دیا ہے تو نہ معلوم یہ کون سی شریعت کا فتویٰ ہے کہ باوجود کافر اور منافق اور فاسق جاننے کے مجھ کو صدر علمائے کرام کا بنایا جاوے۔ مختصر یہ ہے کہ میں جیسے آپ فرماویں، ویسے ہی توبہ کرنے کو تیار ہوں''۔(الطاری الداری: حصہ اول:ص13-حسنی پریس بریلی)

علامہ عبدالباری فرنگی محلی بار بار توبہ کا وعدہ فرمارہے تھے۔امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے سمجھا کہ وہ اپنے وعدہ کے مطابق توبہ کر کے شرعی اعتراضات سے پاک ہو جائیں گے،پھر وہ جمعیۃ العلما کے صدر ہوں تو کوئی اعتراض کی بات نہیں،لہٰذا آپ نے جوابی مکتوب میں رقم فرمایا کہ جب تک آپ سچے ثابت نہ ہوں،یعنی اپنے وعدہ کے مطابق توبہ نہ کرلیں،تب تک میں آپ کے لیے جمعیۃ العلما کی صدارت کا خواستگار نہیں ہوں۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے جوابی مکتوب دوم مرقومہ ۳: شعبان المعظم ۱۳۳۹ھ میں رقم فرمایا:''(۱۱)علمائے کرام کا لفظ تو آپ نے بڑھالیا۔میں کسی طرح وہابیہ و دیوبندیہ وامثالہم واتباعہم کو کرام نہیں کہہ سکتا،نہ جب تک آپ سچے ثابت ہوں،علمائے کرام پر آپ کی صدارت چاہوں(۱۲)ان علما مصادیق **اضـلـه الله علٰی علم** پر آپ کی صدارت کی وجہ خود اس میں عرض کر دی تھی کہ بہ نسبت وہابیہ پھر ہم سے قریب ہوں گے اور اسلام پر ان کا سا فتنہ وصدمہ نہ ہوگا،یعنی شر اہون من شر(۱۳)یہ بھی غلط ہے کہ باوجود کافر اور منافق جاننے کے،منافق کا حال اور پر معلوم ہولیا اور **کفریت قول کا فریت قائل نہیں**۔آپ کا فرق نہ کرنا عجیب''۔(الطاری الداری: حصہ اول:ص17-حسنی پریس بریلی شریف)

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کے قول''**کفریت قول کا فریت قائل نہیں**'' کا مفہوم

یہی ہے کہ علامہ عبدالباری کے اقوال کفر فقہی کی منزل تک ہیں۔ایسی صورت میں متکلمین قائل کو کافر قرار نہیں دیتے ہیں۔یہ قدیم تعبیر ہے۔ایسا نہیں کہ امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان کی تحریر میں پہلی بار یہ تعبیر مستعمل ہوئی ہے۔اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

قول وفعل کفر اور قائل کافر نہیں

متکلمین کفر فقہی کے بارے میں کہتے ہیں کہ قول وفعل کفر ہے اور قائل کافر نہیں۔

اسی طرح بسا اوقات فقہائے کرام کفر فقہی ظنی غیر اجماعی کی صورت میں قول وفعل کو کفر کہتے ہیں اور کسی شرط کے مفقود ہونے کے سبب قائل کو کافر نہیں کہتے ہیں۔

متکلمین کفر فقہی کو فقہا کے مذہب کے مطابق کفر فقہی مانتے ہیں،لیکن قائل کو کافر نہیں کہتے ہیں۔متکلمین کافر فقہی کو اپنی اصطلاح میں گمراہ کہتے ہیں۔متکلمین صرف کافر کلامی کو کافر کہتے ہیں۔کفر فقہی کی متعدد قسمیں ہیں۔ہمارے رسالہ:''کفر کلامی اور کفر فقہی'' میں ان قسموں کا مفصل بیان ہے۔یہاں بعض صورتوں کا بیان ہے،تا کہ یہ امر واضح ہو جائے کہ کبھی قول وفعل کفر فقہی ہوتا ہے،لیکن کسی سبب سے قائل کو کافر نہیں کہا جاتا ہے۔

کفر فقہی اور متکلمین اسلام

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہما مسئلہ تکفیر میں اسی مذہب پر تھے جس کو بعد میں مذہب متکلمین کہا جانے لگا،یعنی امام ماتریدی وامام اشعری اور دیگر متکلمین اسلام نے مسئلہ تکفیر میں مذکورہ مجتہدین اسلام کے طریق کار کو اختیار فرمایا۔

(1)امام ابن ہمام حنفی نے رقم فرمایا:(اِنَّ الْحُکْمَ بِکُفْرِ مَنْ ذَکَرْنَا مِنْ اَهْلِ الاهواء–مَعَ مَا ثَبَتَ عَنْ اَبِیْ حنیفة والشافعی رحمهم اللّٰه من عدم تکفیر اهل القبلة من المبتدعة کلهم–محمله ان ذلک المعتقد نفسه کُفْرٌ–فَالْقَائِلُ بِهٖ قَائِلٌ بِمَا هُوَ کُفْرٌ–وَاِنْ لَمْ یُکَفَّرْ بِنَاءً عَلٰی کَوْنِ قَوْله ذلک عن

استفراغ وسعه مُجْتَهِدًا فی طلب الحق) (فتح القدیر: جلداول:ص304)

ترجمہ: ہمارے ذکر کردہ اہل بدعات کے کفر کا حکم، باوجودے کہ حضرت امام ابوحنیفہ اورحضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے تمام اہل قبلہ مبتدعین کی عدم تکفیر ثابت ہے، اس کا معنی ہے کہ یہ عقیدہ فی نفسہ کفر ہے، پس اس کا قول کرنے والا کفر کا قول کرنے والا ہے، اگر چہ اس کی تکفیر نہ کی جائے اس بنیاد پر کہ اس کا وہ قول حق کی طلب میں کوشش کرتے ہوئے اپنی وسعت وقوت کو صرف کرنے کے ساتھ ہے۔

امام ابن ہمام مسئلہ تکفیر میں مذہب متکلمین تھے، لہٰذا آپ نے کفریات فقہیہ کو کفر مانا، لیکن فرمایا کہ ان اقوال کے سبب قائل کی تکفیر نہیں کی جائے گی، یعنی تکفیر کلامی نہیں ہوگی۔

قوت صرف کرنے کا معنی یہ ہے کہ اس نے حق کو پانے کی کوشش کی، گر چہ وہ حق کو نہ پا سکا۔ متکلمین ایسے شخص کی تکفیر نہیں کرتے ہیں، بلکہ اس کی تضلیل کرتے ہیں۔

اس عدم تکفیر کا تعلق غیر ضروریات دین سے ہے۔ضروریات دین کا انکار وتحریف متکلمین کے یہاں بھی کفر ہی ہے، اگر چہ تاویل کے ساتھ انکار وتحریف ہو، اور منکر نے حق کو پانے کی کوشش اور محنت ومشقت کی ہو۔ اس کی مزید تشریح درج ذیل عبارتوں میں ہے۔

(2) علامہ شامی نے امام ابن ہمام کی منقولہ بالاعبارت نقل کرنے کے بعد رقم فرمایا:

(وَعَلٰی هٰذَا یَجِبُ اَنْ یُحْمَلَ الْمَنْقُوْلُ عَلٰی مَا عَدَا غُلَاةِ الرَّوَافِضِ وَمَنْ ضَاهَاهُمْ–فان امثالهم لم یحصل منهم بذل وسع فی الاجتهاد–فان من یقول بِاَنَّ عَلِیًّا هُوَ الْاِلٰهُ–اَوْ بِاَنَّ جِبْرِیْلَ غَلِطَ–ونحو ذلک من السخف–انما هو مُتَّبِعُ مَحْضِ الْهَوٰی–وَهُوَ اَسْوَءُ حَالًا مِمَّنْ قَالَ(مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَا اِلَی اللّٰهِ زُلْفٰی)فَلَا یَتَاَتّٰی مِنْ مثل الْاِمَامَیْنِ الْعَظِیْمَیْنِ–اَنْ لَا یَحْکُمَا بِاَنَّهُمْ مِن اَکْفَرِ الْکَفَرَةِ–وَاِنَّمَا کَلَامُهُمْ فِیْ مِثْلِ مَنْ لَهٗ شُبْهَةٌ فیما ذهب الیه–وان کان ما ذهب الیه عند التحقیق فی حد ذاته کفرًا–کمنکر الرویة وعذاب القبر ونحو ذلک

-فان فیہ انکارحکم النصوص المشھورۃ والاجماع-اِلَّا اَنَّ لَھُمْ شُبْھَۃُ قیاس الغائب عَلَی الشَّاھِد-ونحوذٰلک مِمَّا عُلِمَ فِی الْکَلَامِ)

(منحۃ الخالق حاشیۃ البحر الرائق: جلد پنجم:ص235)

ترجمہ:اس بنیاد پر (فتح القدیر کی)منقولہ عبارت کو غالی روافض اور ان کے امثال ونظائر کے علاوہ پرمحمول کرنا ضروری ہے،اس لیے کہ ان کے امثال سے اجتہاد میں قوت کو صرف کرنا نہیں پایا گیا، کیوں کہ جو کہتا ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ معبود ہیں، یا حضرت جبریل امین علیہ السلام نے (وحی پہنچانے میں)لغزش کی اوراس جیسی غلط باتیں کہتا ہے،وہ خواہش نفس کا پیروکار ہےاور وہ اس سے بہت برے حال میں ہے جو کہے کہ (ہم ان بتوں کوصرف اس لیے پوجتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب کردیں)

پس حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اورحضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسوں سے یہ روایت نہیں ہوگی کہ وہ حضرات یہ حکم نہ دیں کہ ایسے لوگ بدترین کافر ہیں، بلکہ ان ائمہ کرام کا کلام اس کے بارے میں ہوگا جسے اپنے اختیار کردہ مذہب میں شبہ ہو،اگر چہ عندالتحقیق ان کا مذہب فی نفسہ کفر ہوجیسے رویت باری تعالیٰ اورعذاب قبر کا انکاراوراس جیسے امور، کیوں کہ اس میں نصوص مشہورہ اوراجماع کا انکار ہے،مگرمنکرین کو غائب کوحاضر پر قیاس کرنے کے سبب شبہ ہےاوراس جیسا امر جوعلم کلام میں بتادیا گیا۔

منقولہ بالاعبارت میں بتایا گیا کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ وامام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہما ضروریات دین کے منکر کو کافر ہی کہتے ہیں ۔ہاں،ضروریات دین کے علاوہ دیگرامور جن کے ثبوت میں احتمال بعید یا احتمال قریب ہو،ان کے منکر کی تکفیر نہیں کرتے ہیں۔

علامہ سیدابن عابدین شامی حنفی نے اسی کا ذکر اپنے قول(وَاِنَّمَا کَلَامُھُمْ فِیْ مِثْلِ مَنْ لَہٗ شُبْھَۃٌ فِیْمَا ذَھَبَ اِلَیْہِ)میں فرمایا ہے کہ ایسے لوگ کافر کلامی نہیں ہیں۔

(3)امام ابن ہمام حنفی نے خوارج کے بارے میں رقم فرمایا کہ جمہور فقہا ومحدثین خوارج کی تکفیر نہیں کرتے ہیں، بلکہ انہیں باغی قرار دیتے ہیں اور بعض محدثین تکفیر کرتے ہیں۔

امام ابن ہمام نے خوارج کے بارے میں رقم فرمایا:(قال ابن المنذر:وَلَا اَعْلَمُ اَحَدًا وَافَقَ اَهْلَ الْحَدِيْثِ عَلٰى تَكْفِيْرِهم-وهذا يقتضى نَقْلَ اِجْمَاعِ الْفُقَهَاءِ-وَذَكَرَ فى المحيط:اَنَّ بَعْضَ الْفُقَهَاءِ لَا يُكَفِّرُ اَحَدًا مِنْ اَهْلِ الْبِدَعِ -وَبَعْضُهُمْ يُكَفِّرُوْنَ بَعْضَ اَهْلِ الْبِدَعِ-وَهُوَ مَنْ خَالَفَ بِبِدْعَتِهٖ دَلِيْلًا قَطْعِيًّا -وَنَسَبَهٗ اِلٰى اكثر اهل السنة-والنقل الاول اَثْبَتُ-نَعَمْ يَقَعُ فِىْ كَلَامِ اَهْلِ الْمَذَاهِبِ تَكْفِيْرٌ كَثِيْرٌ-ولكن ليس من كلام الفقهاء الذين هم المجتهدون، بل من غيرهم-وَلَا عِبْرَةَ بِغَيْرِ الْفُقَهَاءِ-وَالْمَنْقُوْلُ عَنِ الْمُجْتَهِدِيْنَ مَا ذَكَرْنَا -وَابْنُ الْمُنْذِرِ اَعْرَفُ بِنَقْلِ مَذَاهِبِ الْمُجْتَهِدِيْنَ)

(فتح القدیر:جلد ششم:ص100-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ:امام ابن منذر نیشا پوری(۲۴۱ھ-۳۱۸ھ)نے فرمایا:میں کسی کو نہیں جانتا جس نے خوارج کی تکفیر پر محدثین کی موافقت کی ہو،اور یہ قول فقہا کے اجماع کی نقل کا مقتضی ہے اور محیط میں ذکر کیا کہ بعض فقہا اہل بدعت میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتے ہیں اور بعض فقہا بعض اہل بدعت کی تکفیر کرتے ہیں اور یہ وہ بدعتی ہے جو اپنی بدعت کے سبب کسی قطعی دلیل کی مخالفت کرے اور اس قول کو اکثر اہل سنت کی طرف منسوب کیا اور نقل اول (امام ابن منذر نیشا پوری کی نقل)زیادہ قوی ہے۔ہاں،اہل مذاہب فقہیہ کے کلام میں بہت تکفیر پائی جاتی ہے،لیکن یہ ان فقہائے کرام کا کلام نہیں جو مجتہد ہیں،بلکہ غیر مجتہدین کا کلام ہے اور غیر فقہا کا کوئی اعتبار نہیں اور مجتہدین سے وہ منقول ہے جس کا ہم نے ذکر کیا اور امام ابن منذر نیشا پوری مذاہب مجتہدین کی نقل کی زیادہ معرفت رکھنے والے ہیں۔

(4)علامہ شامی نے امام ابن ہمام کی منقولہ بالاعبارت کی شرح میں رقم فرمایا:

((ولا عبرة بغير الفقهاء)لٰكِنْ صَرَّحَ فِيْ كِتَابِهٖ "المسايرة" بالاتفاق علٰى تكفير المخالف فيما كان من اصول الدين وضرورياته كالقول بقدم العالم ونفي حشر الاجساد ونفي العلم بالجزئيات-وان الخلاف في غيره كنفي مبادي الصفات ونفي عموم الارادة والقول بخلق القراٰن:الخ

وكذا في شرح منية المصلي:اَنَّ سَابَّ الشَّيْخَيْنِ وَمُنْكِرُ خِلَافَتِهِمَا مِمَّنْ بِنَائُهُ عَلٰى شُبْهَةٍ لَهُ،لَا يَكْفُرُ-بِخِلَافِ من ادَّعٰى اَنَّ عَلِيًّا اِلٰهٌ-وَاَنَّ جِبْرِيْلَ غَلِطَ-لِاَنَّ ذٰلِكَ لَيْسَ عَنْ شُبْهَةٍ واستفراغ وسع في الاجتهاد-بل محض هوٰى-الخ) (ردالمحتار: جلد چہارم:ص450)

ترجمہ:(اور غیر فقہا کا اعتبار نہیں) لیکن امام ابن ہمام نے اپنی کتاب "المسایرہ" میں تصریح فرمائی کہ جو شخص اصول دین اور ضروریات دین میں سے کسی امر کا مخالف ہو، اس کی تکفیر پر اتفاق ہے جیسے دنیا کے قدیم ہونے اور حشر جسمانی کی نفی اور (اللہ تعالیٰ عزوجل کے لیے) جزئیات کے علم کی نفی کا قول کرنا اور ضروریات دین کے علاوہ میں اختلاف ہے جیسے صفات الٰہیہ کے مبادیات کی نفی اور اللہ تعالیٰ کے ارادہ کے عموم کی نفی اور خلق قرآن کا قول کرنا:الخ

اسی طرح منیۃ المصلی کی شرح میں ہے کہ حضرات شیخین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو سب وشتم کرنے والا اور ان دونوں حضرات کی خلافت کا انکار کرنے والا جس (کے انکار) کی بنیاد اس کے اپنے شبہ پر ہو تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی، برخلاف اس کے جس نے دعویٰ کیا کہ خلیفہ چہارم حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ معبود ہیں اور حضرت جبریل امین علیہ السلام نے (وحی پہنچانے میں) لغزش کی، کیوں کہ یہ شبہ کے سبب نہیں ہے اور نہ ہی

اجتہاد میں قوت صرف کرنے کی وجہ سے ہے، بلکہ محض خواہش نفسانی ہے: الخ

ضروریات دین قطعی بالمعنی الاخص دلائل سے ثابت ہوتی ہیں، لہٰذا ان میں شبہ اور عقلی احتمال (احتمال بعید) کی گنجائش ہی نہیں، لہٰذا ضروریات دین میں اختلاف کی بنیاد شبہ پر نہیں ہو سکتی، نیز جیسے ضروریات دین میں اجتہاد جائز نہیں۔ اسی طرح دیگر قطعیات (ضروریات اہل سنت) واجماعیات میں بھی اجتہاد کی اجازت نہیں، پس اجتہاد کرنے والا معذور نہیں ہو گا، بلکہ ماخوذ ہوگا اور اس پر شرعی حکم وارد ہوگا، اگر چہ اس کی تکفیر نہ ہو۔

(5) امام ابن نجیم مصری حنفی نے رقم فرمایا: (وَالْحَقُّ اَنَّ مَا صَحَّ عَنِ الْمُجْتَهِدِ فَهُوَ عَلٰى حَقِيْقَتِهٖ—وَاَمَّا مَا ثَبَتَ عَنْ غَيْرِهٖ فَلَا يُفْتٰى به فى مثل التكفير—وَلِذَا قال فى فتح القدير من باب البغاة: اِنَّ الَّذى صَحَّ عن المجتهدين فى الخوارج عدم تكفيرهم—ويقع فى كلام اهل المذهب تكفير كثير—لكن ليس من كلام الفقهاء الذين هم المجتهدون، بل من غيرهم—ولا عبرة بغير الفقهاء—الخ) (البحر الرائق: جلد پنجم: ص129)

ترجمہ: حق وہی ہے مجتہد سے جس کی صحیح روایت ہو، وہ اپنی حقیقت کے مطابق ہے، لیکن جو غیر مجتہد سے ثابت ہو تو تکفیر کی مثل میں اس پر فتویٰ نہیں دیا جائے گا، اسی لیے فتح القدیر کے باب البغاۃ میں فرمایا کہ خوارج کے بارے میں جو مجتہدین سے صحیح روایت ہے، وہ خوارج کی عدم تکفیر ہے اور اہل مذہب کے کلام میں بہت تکفیر پائی جاتی ہے، لیکن یہ ان فقہا کا کلام نہیں جو مجتہد ہیں، بلکہ غیر مجتہدین کا کلام ہے اور غیر فقہا کا کوئی اعتبار نہیں: الخ

(6) علامہ سید ابن عابدین شامی نے رقم فرمایا: (قال المحقق ابن الهمام فى اواخر التحرير: وجهل المبتدع كالمعتزلة مانعى ثبوت الصفات زائدة وعذاب القبر والشفاعة وخروج مرتكب الكبيرة والروية لا يصلح عذرًا

لوضوح الادلة من الکتاب والسنة الصحیحة–لکن لا یکفر اذ تمسکه بالقرآن او الحدیث او العقل–وللنهی عن تکفیر اهل القبلة)

(ردالمحتار: جلد چہارم:ص244-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ:امام ابن ہمام نے ''التحریر'' کے آخر میں فرمایا:اہل بدعت کی جہالت جیسے معتزلہ کی جہالت جو صفات الٰہی کے زائد ہونے کے ثبوت اور عذاب قبر وشفاعت کا انکار کرتے ہیں اور مرتکب کبیرہ کو خارج اسلام مانتے ہیں اور رویت الٰہی کا انکار کرتے ہیں۔

قرآن مقدس اور احادیث صحیحہ کے دلائل واضح ہونے کی وجہ سے ان کی یہ جہالت عذر نہیں ہوسکتی،لیکن ان کی تکفیر نہیں کی جائے گی،کیوں کہ بدعتی کا استدلال قرآن،حدیث اور عقل سے ہے اور اہل قبلہ کی تکفیر سے ممانعت ہے اور ان کی شہادت قبول کرنے پر اجماع ہے،حالاں کہ مسلمان کے خلاف کافر کی شہادت مقبول نہیں۔

تاویل فاسد کے ساتھ غیر ضروریات دین کا انکار کفر کلامی نہیں،لہذا منکر کافر نہیں،اسی لیے مسلمان کے خلاف ایسے منکر کی شہادت قبول کرنے پر اجماع ہے۔اگر وہ شخص کافر کلامی اور مرتد ہوتا تو مسلمان کے خلاف اس کی شہادت قبول ہی نہ کی جاتی۔

امام ابن ہمام کی منقولہ بالا عبارت میں اہل بدعت سے وہ لوگ مراد ہیں جو ضروریات اہل سنت یا اجماعی عقائد میں تاویل وتحریف اور ان کا انکار کرتے ہیں اور ضروریات دین کو مانتے ہیں۔ایسے بدعتی متکلمین کے یہاں کافر نہیں۔فقہائے احناف اور ان کے مؤیدین کے یہاں ضروریات اہل سنت کے منکرین کافر فقہی ہیں۔اجماعی عقائد کا منکر گمراہ ہے۔

جن ظنی عقائد پر اہل سنت وجماعت کا اجماع ہو،ان کو اجماعی عقائد کہا جاتا ہے۔

اجماعی عقائد کی تفصیل ہمارے رسالہ:''ضروریات اہل سنت اور اجماعی عقائد''میں ہے۔

متکلمین کے یہاں تاویل کے ساتھ ضروریات اہل سنت کا انکار گمرہی وضلالت ہے

اور یقینی علم کے بعد بلا تاویل ضروریات اہل سنت کا مفسر انکار استخفاف بالدین اور تلاعب بالدین ہونے کے سبب کفر ہے ۔ رب تعالیٰ کی ذات کے علاوہ صفات زائدہ علی الذات کو تسلیم کرنا،عذاب قبر،شفاعت مذنبین کو تسلیم کرنا،مرتکب کبیرہ کو اسلام سے خارج نہیں ماننا ،آخرت میں رویت الٰہی کا عقیدہ رکھنا،ان میں سے بعض امور ضروریات اہل سنت اور بعض امور اجماعی عقائد سے ہیں ۔قرآن مجید اور احادیث مقدسہ سے ان امور کا ثبوت ہے۔

ضروریات اہل سنت قطعی بالمعنی الاعم دلائل سے ثابت ہوتی ہیں ۔ان دلائل میں احتمال بلا دلیل (احتمال بعید) ہوتا ہے ۔اسی احتمال بعید (عقلی احتمال) کے سبب یہ امور ضروریات دین (قسم اول) میں شامل نہ ہو سکے اور تاویل کے ساتھ ان کا انکار کرنے والا دین سے خارج نہیں ہوگا، بلکہ گمراہ قرار دیا جائے گا۔

اگر ضروریات اہل سنت کے قطعی علم کے بعد بلا تاویل یعنی بلا دلیل ان کا انکار ہو تو منکر استخفاف بالدین وتلاعب بالدین کے سبب کافر کلامی ہے، جب کہ انکار صریح متعین ہو۔

اہل بدعت کا اپنے موقف پر قرآن وحدیث سے استدلال گرچہ فاسد طور پر ہوتا ہے، لیکن وہ اپنے استدلال کو صحیح سمجھتا ہے، لہٰذا یہاں استخفاف بالدین اور تلاعب بالدین نہیں پایا جاتا ہے،اسی لیے ایسے بدعتی پر کفر کلامی کا حکم نافذ نہیں ہوتا ہے، کیوں کہ استخفاف بالدین نہیں پایا گیا، نہ ہی تکفیر کلامی کا کوئی دوسرا سبب پایا گیا۔اس شخص پر گمرہی کا حکم نافذ ہوتا ہے، کیوں کہ اس نے ضروریات اہل سنت کا انکار کیا ہے اور مضبوط دلائل سے روگردانی کر کے محض خود ساختہ شبہات کی بنا پر ضروریات اہل سنت کا انکار کیا ہے۔

(7)علامہ شامی نے رقم فرمایا:(**وفی جامع الفصولین:روی الطحاوی من اصحابنا:لا یخرج الرجل من الایمان الا جحود ما ادخله فیه،ثم ما تیقن انه ردة،یحکم بها–وما یشک انه ردة، لا یحکم بها–اذ الاسلام الثابت لا یزول بالشک مع ان الاسلام یعلو–وینبغی للعالم اذا رفع الیه هذا ان لا**

یبادر بتکفیر اھل الاسلام مع انہ یقضی بصحۃ اسلام المکرہ–اقول: قدمت ھذا لیصیر میزانًا فیما نقلتہ فی ھذا الفصل من المسائل– فانہ قد ذکر فی بعضھا انہ کفر،مع انہ لا یکفر علیٰ قیاس ھذہ المقدمۃ،فلیتأمل)

(ردالمحتار: جلد چہارم:ص408-دارالفکر بیروت)

ترجمہ: جامع الفصولین میں ہے کہ امام ابوجعفر طحاوی حنفی نے ہمارے اصحاب حنفیہ سے روایت کیا کہ آدمی کو ایمان سے اسی امر کا انکار خارج کرے گا جس (کے اقرار) نے اسے اسلام میں داخل کیا ہے، پھر جس کے بارے میں یقین ہو کہ یہ ارتداد ہے تو اس آدمی پر ارتداد کا حکم دیا جائے گا اور جس کے ارتداد ہونے میں شک ہو تو ارتداد حکم نہیں دیا جائے گا، کیوں کہ ثابت شدہ ایمان شک سے زائل نہیں ہوتا ہے، نیز اسلام غالب ہوتا ہے۔

اور عالم کے لیے ضروری ہے کہ جب اس کے پاس یہ معاملہ پیش کیا جائے تو اہل اسلام کی تکفیر میں جلد بازی نہ کرے، باوجودے کہ اسلام مجبور شخص کے ایمان کا مقتضی ہے۔

علامہ شامی نے فرمایا: میں نے اس کو پہلے بیان کردیا، تاکہ یہ اس کے لیے معیار ہو جائے جو میں نے اس فصل میں مسائل نقل کیے، کیوں کہ بعض مسائل میں مذکور ہے کہ وہ کفر ہے ،اس کے باوجود اسی مقدمہ کے مطابق اس (قائل) کی تکفیر نہیں کی جاتی ہے، پس غور کرلو۔

مکرہ یعنی مجبور شخص کفری بات بھی حالت اکراہ میں بول دے تو وہ مومن ہے۔اس سے واضح ہوگیا کہ کبھی قول کفر ہوتا ہے، لیکن کسی مانع کے سبب قائل کی تکفیر نہیں کی جاتی ہے۔

کفر فقہی: اقسام واحکام

کفر کی دو قسمیں ہیں: کفر متعین اور کفر محتمل۔کفر متعین کا نام کفر کلامی ہے۔اس کو کفر التزامی بھی کہا جاتا ہے۔کفر محتمل کا نام کفر فقہی ہے۔اس کو کفر لزومی بھی کہا جاتا ہے۔

کفر فقہی یعنی کفر لزومی کی تین قسمیں ہیں: کفر فقہی قطعی، کفر فقہی ظنی، کفر محتمل۔

اسلاف کرام کی کتابوں میں کفر فقہی کی تینوں قسموں کے احکام مرقوم ہیں۔

(1) ضروری دینی کا مفسر انکار کفر کلامی ہے۔اس کو کفر متعین اور کفر التزامی بھی کہا جاتا ہے۔ایسے کافر کے لیے ''من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر'' کا استعمال ہوتا ہے۔

بلفظ دیگر: ضروری دینی کا قطعی بالمعنی الاخص انکار ہو۔عدم انکار کا احتمال بلا دلیل (احتمال بعید) بھی نہ ہو تو یہ کفر کلامی ہے۔متکلمین وفقہا ایسے منکر کو کافر مانتے ہیں۔

کفر کلامی میں اجتہاد جاری نہیں ہوتا۔یہ کفر قطعی بالمعنی الاخص ہوتا ہے۔قطعی بالمعنی الاخص اور قطعی بالمعنی الاعم اور اجماعی امور میں اجتہاد جائز نہیں۔ضروریات دین قطعی بالمعنی الاخص امور ہیں۔ضروریات اہل سنت قطعی بالمعنی الاعم امور ہیں۔یہ ضروریات دین کی قسم دوم ہیں۔قطعیات کے علاوہ ظنی اجماعی امور میں بھی اجتہاد جائز نہیں ہے۔

عہد ماضی میں ضروریات اہل سنت کی اصطلاح مروج نہ تھی۔اسے ضروریات دین کی قسم دوم کہا جاتا تھا۔فقہائے احناف اوران کے مؤیدین ضروریات اہل سنت کے انکار پر بھی کفر فقہی کا حکم نافذ کرتے ہیں۔متکلمین تاویل کے ساتھ ضروریات اہل سنت کے انکار پر ضلالت کا حکم عائد کرتے ہیں،خواہ انکار قطعی بالمعنی الاخص ہو، یا قطعی بالمعنی الاعم۔ضروریات اہل سنت کے علم یقینی کے بعد ان کا بلا تاویل مفسر انکار متکلمین کے یہاں بھی کفر ہے، کیوں کہ یہ استخفاف بالدین ہے اور استخفاف بالدین کفر ہے۔

(2) ضروری دینی کا بطریق نص انکار کفر فقہی قطعی ہے۔اس کو کفر متبین کہا جاتا ہے۔

بلفظ دیگر: ضروری دینی کا قطعی بالمعنی الاعم انکار ہو۔عدم انکار کا احتمال بلا دلیل (احتمال بعید) موجود ہو تو یہ کفر فقہی قطعی ہے۔فقہا ایسے منکر کو کافر فقہی کہتے ہیں۔متکلمین اس کفر فقہی قطعی کو ضلالت سے تعبیر کرتے ہیں اور مجرم کو گمراہ کہتے ہیں۔یہ محض اصطلاح وتعبیر کا فرق ہے۔معنوی فرق نہیں۔فقہا کافر فقہی کے لیے کافر کلامی کا حکم ثابت نہیں مانتے۔

کفر فقہی قطعی میں اجتہاد جاری نہیں ہوتا۔ یہ کفر قطعی بالمعنی الاعم ہوتا ہے۔

حنفی اصول فقہ میں نص وظاہر دونوں قطعی بالمعنی الاعم ہیں۔ کسی ضروری دینی کا بطور ظاہر بھی انکار ہو تو یہ بھی کفر فقہی قطعی ہوگا۔ اس کا شمار بھی انکار متبین میں ہوگا: واللہ تعالیٰ اعلم

فقہائے کرام کے یہاں کفر فقہی قطعی، کفر التزامی وکفر اجماعی ہے۔ فقہا ایسے کافر کے لیے ''من شک فی کفرہ فقد کفر'' کا استعمال کرتے ہیں۔ اس میں فقہا کا اختلاف نہیں ہوتا ہے۔ اسی طرح کفر فقہی ظنی اجماعی میں فقہا کا اختلاف نہیں ہوتا ہے۔ کفر فقہی ظنی غیر اجماعی میں فقہائے کرام کا اختلاف ہوتا ہے اور بسا اوقات فقہائے کرام کفر فقہی ظنی غیر اجماعی کی صورت میں قول وفعل کو کفر کہتے ہیں اور کسی سبب سے قائل کو کافر نہیں کہتے ہیں۔

(3) ضروری دینی کا ظنی انکار کفر فقہی ظنی ہے۔ اس میں فقہا کا اختلاف ہوتا ہے۔

اس میں کفر راجح ہوتا ہے اور عدم کفر مرجوح ہوتا ہے۔ جن فقہا کے یہاں عدم کفر راجح ہوتا ہے، وہ اسے کفر نہیں مانتے ہیں۔ اس کفر میں اجتہاد جاری ہوتا ہے، اسی لیے اس میں فقہائے کرام کا باہمی اختلاف بھی ہوتا ہے۔ یہ فقہا کے یہاں بھی کفر لزومی ہے۔

(4) کسی کلام میں کفر مرجوح ہو۔ عدم کفر راجح ہو تو اسے اصطلاح میں کفر احتمالی کہا جاتا ہے۔ احتمال جس قدر ضعیف ومرجوح ہوگا، اسی قدر حکم میں تخفیف ہوگی۔

کبھی حرمت وعدم جواز کا حکم ہوگا۔ کبھی اسائت وخلاف اولیٰ کا حکم ہوگا۔ کفر فقہی کی تینوں قسمیں کفر محتمل ہی ہیں، لیکن اصطلاح میں اسی آخری قسم کو کفر محتمل کہا جاتا ہے۔

کفر فقہی ظنی کی تفصیل

ضروری دینی کا ظنی انکار کفر فقہی ظنی ہے۔ اس میں فقہا کا اختلاف ہوتا ہے۔

اس میں کفر راجح ہوتا ہے اور عدم کفر مرجوح ہوتا ہے۔ جن فقہا کے یہاں عدم کفر راجح ہوتا ہے، وہ اسے کفر نہیں مانتے ہیں۔ اس کفر میں اجتہاد جاری ہوتا ہے، اسی لیے اس

میں فقہائے کرام کا باہمی اختلاف بھی ہوتا ہے۔ یہ فقہا کے یہاں بھی کفر لزومی ہے۔

کوئی ایسا کلام جو کسی ضروری دینی کے انکار میں صریح نہ ہو، نہ صریح متعین ہو، نہ صریح متبین ہو، بلکہ اس کلام سے ظنی طور پر کسی ضروری دینی کا انکار لازم آتا ہو تو فقہائے کرام ایسے قول پر بھی حکم کفر نافذ کرتے ہیں۔ یہ کفر ظنی لزومی ہے۔ اس میں اجتہاد جاری ہوتا ہے۔ بعض فقہا کی تحقیق میں لزوم کفر راجح ہوتا ہے، بعض فقہائے کرام کی تحقیق میں مرجوح۔

کفر فقہی ظنی غیر اجماعی میں کبھی قول وفعل کو کفر کہا جاتا ہے اور قائل کو کافر نہیں کہا جاتا ہے۔ قائل کو کافر قرار دینے کی کوئی شرط مفقود ہوتی ہے۔ بحث حاضر میں تفصیل مرقوم ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایسے کلام کے قائلین کو کافر نہیں کہتے ہیں، لیکن دونوں مجتہدین کے جو مقلدین مسئلہ تکفیر میں فقہائے کرام کے مذہب پر ہیں، وہ قائل کی تکفیر کرتے ہیں۔ یہ تکفیر فقہی ہے، تکفیر کلامی نہیں۔

ظنی واجتہادی مکفرات امام اعظم سے منقول نہیں

امام ابن نجیم مصری نے رقم فرمایا: (ان هذا الفروع المنقولة من الخلاصة وغيرها بصريح التكفير، لَمْ تُنْقَلْ عَنْ اَبِیْ حَنِيْفَةَ-وانما هی مِنْ تَفْرِيْعَاتِ الْمَشَائِخِ كَاَلْفَاظِ التَّكْفِيْرِ المنقولة فی الفتاویٰ-وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ هُوَ الْمُوَفِّقُ)

(البحر الرائق: جلد اول: ص613)

ترجمہ: صریح تکفیر کے یہ فروعی مسائل جو خلاصہ وغیرہ سے منقول ہیں، یہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول نہیں اور یہ مشائخ حنفیہ کی تفریعات میں سے ہیں، جیسے کتب فتاویٰ میں نقل کردہ تکفیر کے الفاظ (مشائخ سے منقول ہیں) اور اللہ توفیق عطا فرمانے والا ہے۔

امام ابن ہمام حنفی نے رقم فرمایا: (نعم يقع فی كلام اهل المذاهب تكفيرٌ كَثِيْرٌ-ولكن ليس من كلام الفقهاء الذين هم المجتهدون بل من غيرهم-

وَلَا عِبْرَةَ بِغَيْرِ الْفُقَهَاءِ-وَالْمَنْقُوْلُ عن المجتهدين ما ذكرنا)

(فتح القدیر: جلد ششم:ص100)

ترجمہ: ہاں، اہل مذاہب (مذاہب اربعہ کے فقہا) کے کلام میں بہت تکفیر واقع ہوئی ہے، لیکن وہ فقہائے مجتہدین کے کلام میں نہیں ہے، بلکہ فقہائے غیر مجتہدین کے کلام میں ہے، اور غیر فقہا کا اعتبار نہیں، اور مجتہدین سے وہ منقول ہے جو ہم نے ذکر کیا۔

کفر فقہی ظنی کی صورتیں جو فقہی کتابوں میں مرقوم ہیں۔ وہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول نہیں۔ بعد کے فقہائے کرام نے حسب ضرورت بیان وہ صورتیں فرمائیں۔ جب ایسے مسائل وحوادث درپیش ہوئے تو فقہائے کرام نے شرعی دلائل میں غور وفکر کے بعد جواب دیا۔ان میں جو صورتیں کفر کلامی وکفر فقہی قطعی کی ہیں، وہ ظنیات واجتہادیات سے خارج ہیں۔ کفر فقہی ظنی میں اجتہاد جاری ہوتا ہے۔ کفر ظنی میں صریح کفر نہیں پایا جاتا، بلکہ اس کلام کی تاویل کے سبب کفر لازم آتا ہے۔ وہ کسی ضروری دینی کے انکار تک منجر ہوتا ہے۔ اس کو کفر لزومی کہا جاتا ہے۔

ظنی واجتہادی مکفرات میں ایک مذہب کے فقہا کا اختلاف

امام حصکفی نے الفاظ کفر سے متعلق رقم فرمایا: (والفاظه تُعْرَفُ فِي الْفَتَاوٰى-بَلْ اُفْرِدَتْ بِالتَّالِيْفِ-مَعَ اَنَّهٗ لَا يُفْتٰى بِالْكُفْرِ بِشَيْءٍ مِنْهَا اِلَّا فِيْمَا اتَّفَقَ الْمَشَائِخُ عَلَيْهِ) (الدر المختار: جلد چہارم:ص408)

ترجمہ: کتب فتاویٰ میں الفاظ کفر مشہور ومعروف ہیں، بلکہ (ان کے بیان کے لیے) مستقل تصانیف ہیں، باوجودے کہ ان میں سے کسی امر کے سبب کفر کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا ،مگر جس پر مشائخ کرام کا اتفاق ہو۔

امام حصکفی کے قول (لایفتی بالکفر بشی ءمنہاالا فیمااتفق المشائخ علیہ) سے واضح ہے

کہ کفر فقہی ظنی میں ایک فقہی مذہب کے فقہا کا بھی باہمی اختلاف ہوتا ہے۔

امام ابن نجیم نے رقم فرمایا:(وَالَّذِیْ تَحَرَّرَ اَنَّہٗ لَا یُفْتٰی بِتَکْفِیْرِ مُسْلِمٍ اَمْکَنَ حَمْلُ کَلَامِہٖ عَلٰی مَحْمَلٍ حَسَنٍ-اَوْکَانَ فِیْ کُفْرِہٖ اِخْتِلَافٌ وَلَوْ رِوَایَۃٌ ضَعِیْفَۃٌ-فعلٰی ھذا فَاَکْثَرُ اَلْفَاظِ التَّکْفِیْرِ الْمَذْکُوْرَۃِ لَا یُفْتٰی بِالتَّکْفِیْرِ بِھَا-وَلَقَدْ اَلْزَمْتُ نَفْسِیْ اَنْ لَا اُفْتِیَ بِشَیْءٍ مِنْھَا)(البحر الرائق جلد دوم:ص210)

ترجمہ: جو ظاہر ہوا، وہ یہ ہے کہ کسی مسلم کو کافر قرار نہیں دیا جائے گا، جب کہ اس کے کلام کو کسی اچھے مفہوم پر محمول کرنا ممکن ہو، یا اس امر کے کفر ہونے میں اختلاف ہو، گرچہ کوئی ضعیف روایت ہو، پس اس بنیاد پر تکفیر کے ذکر کردہ اکثر الفاظ پر کفر کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا ،اور میں نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے کہ ان میں سے کسی امر پر(کفر کا)فتویٰ نہ دوں۔

(اوکان فی کفرہ اختلاف ولوروایۃ ضعیفۃ)سے واضح ہے کہ کفر فقہی ظنی میں ایک فقہی مذہب کے فقہا کا بھی باہمی اختلاف ہوتا ہے۔

امام ابن نجیم نے رقم فرمایا:(**الکفر تکذیب محمد صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم فی شئ مما جاء من الدین ضرورۃ-ولا یکفر احد من اھل القبلۃ الا بجحود ما ادخلہ فیہ-وحاصل ما ذکرہ اصحابنا رحمھم اللّٰہ تعالی فی الفتاوی من الفاظ التکفیر ،یرجع الی ذلک-وفیہ بعض اختلاف،لکن لا یفتی بما فیہ خلاف**)(الاشباہ والنظائر:باب الردۃ:ص190-دارالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ:حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو دینی احکام یقینی طور پر لے کر آئے ،ان میں سے کسی امر کی تکذیب کفر ہے۔اور اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر صرف اس کے انکار کے سبب ہوگی جس نے اسے دین میں داخل کیا ہے۔ہمارے اصحاب حنفیہ علیہم الرحمۃ والرضوان نے کتب فتاویٰ میں جو الفاظ تکفیر ذکر کیے ہیں،ان کا مرجع وہی ہے(یعنی ضروریات دین کا

انکار) اور الفاظ تکفیر میں کچھ اختلاف ہے، لیکن اختلافی الفاظ پر فتویٰ نہیں دیا جائے گا۔

(وفیہ بعض خلاف لکن لایفتی بما فیہ خلاف) سے واضح ہے کہ کفر فقہی ظنی میں ایک فقہی مذہب کے فقہا کا بھی باہمی اختلاف ہوتا ہے۔

کفر فقہی ظنی کے مرتکب کا حکم

کفر فقہی ظنی کے صدور پر مرتکب کو کافر قرار دینے سے متعلق فقہا کے دوقول ہیں:

(1) ایک قول یہ ہے کہ اس امر کے کفر ہونے پر مذاہب اربعہ کے فقہا متفق ہوں۔ کسی فقہی مذہب کے فقیہ کا اس میں اختلاف نہ ہو، تب قائل پر حکم کفر عائد ہوگا۔

(2) دوسرا قول یہ ہے کہ اس خاص فقہی مذہب کے مشائخ اس قول کے کفریہ ہونے پر متفق ہوں، تب قائل حکم کفر عائد ہوگا۔

الحاصل کفر فقہی ظنی کو فقہائے کرام کفر مانتے ہیں، لیکن قائل کو اس وقت کافر کہتے ہیں جب قائل کو کافر کہنے کی شرط موجود ہے۔ اگر شرط مفقود ہو تو قائل کو کافر نہیں کہتے ہیں۔

فقہا کے مذہب اول کا بیان

امام حصکفی نے رقم فرمایا: ((و)اعلم اَنَّہُ(لَا یُفْتٰی بِکُفْرِ مُسْلِمٍ اَمْکَنَ حَمْلُ کَلَامِہٖ عَلٰی مَحْمَلٍ حَسَنٍ–اَوْ کَانَ فِیْ کُفْرِہٖ خِلَافٌ،ولو) کَانَ ذٰلِکَ(روایة ضعیفة) کَمَا حَرَّرَہٗ فِی الْبَحْرِ) (الدرالمختار جلد چہارم: ص 415)

ترجمہ: جان لو کہ کسی مسلمان کے کفر کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا، جب تک کہ اس کے کلام کو صحیح مفہوم پر محمول کرنا ممکن ہو، یا اس کے کفر میں اختلاف ہو، گرچہ وہ ضعیف روایت ہو، جیسا کہ البحر الرائق میں بیان فرمایا۔

علامہ شامی نے رقم فرمایا: (قولہ(ولو روایة ضعیفة)قال الخیر الرملی– اقول: ولو کانت الروایة لِغَیْرِ اَھْلِ مَذْھَبِنَا–وَیَدُلُّ عَلٰی ذٰلِکَ اشتراط کون

ما یوجب الکفر مُجْمَعًا عَلَيْهِ) (ردالمختار جلد چہارم:ص415-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: (اگر چہ ضعیف روایت ہو) امام خیرالدین رملی (۹۹۳ھ-۱۰۸۱ھ) نے فرمایا کہ اگر چہ وہ روایت ہمارے مذہب حنفی کے علاوہ (کسی فقیہ) کی ہو، اور سبب کفر کے اجماعی ہونے کی شرط لگانا اسی کو بتاتا ہے۔

(ولو كانت الرواية لِغَيْرِ اَهْلِ مَذْهَبِنَا) سے واضح ہے کہ تکفیر اسی وقت ہوگی جب اس امر کے کفر ہونے پر مذاہب اربعہ کے تمام فقہا کا اجماع واتفاق ہو۔

امام ابن نجیم مصری نے رقم فرمایا: (وفی الفتاوی الصغریٰ: الکفر شَیْءٌ عَظِيْمٌ -فَلَا اَجْعَلُ الْمُؤْمِنَ كَافِرًا-مَتٰى وُجِدَتْ رِوَايَةٌ اَنَّهٗ لَا يَكْفُرُ)

(البحر الرائق: جلد پنجم: ص210-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: فتاویٰ صغریٰ میں ہے: کفر بڑی چیز ہے، پس میں مومن کو کافر قرار نہیں دیتا، جب کہ اس کے کافر نہ ہونے کی کوئی روایت موجود ہو۔

علامہ شامی نے اس قول کو ردالمختار (جلد چہارم: ص408) میں نقل فرمایا ہے۔

فقیہ عبدالرحمٰن بن محمد بن سلیمان آفندی نے البحر الرائق سے نقل کرتے ہوئے رقم فرمایا:

(ثم اذا كان فی المسئلة وجوهٌ-ووجهٌ واحدٌ يمنعه، يميل العالم الٰی ما يمنع من الكفر ولا ترجح الوجوهُ علی الوجه-وفی البحر: والحاصل ان من تكلم بكلمة الكفر هَازِلًا اَوْ لَاعِبًا كَفَرَ عند الكل، ولا اعتبار باعتقاده.

ومن تَكَلَّمَ بِهَا خَطَاءً اَوْ مُكْرَهًا لَا يَكْفُرُ عند الكل-ومن تكلم بها عَالِمًا عَامِدًا كَفَرَ عند الكل وَمَنْ تَكَلَّمَ بِهَا اِخْتِيَارًا جَاهِلًا بِاَنَّهَا كُفْرٌ ففيه اختلاف-والذی تَحَرَّرَ انه لا يفتی بتكفير مسلم مهما امكن حمل كلامه علی محمل حسن او كان فی كفره اختلافٌ ولو روايةً ضعيفةً فعلٰی هذا

فاکثر الفاظ الکفر المذکورة لا یفتیٰ بالتکفیر فیھا—وَلَقَدْ اَلْزَمْتُ نَفْسِیْ اَنْ لَا اُفْتِیَ بِشَیْءٍ مِنْھَا: انتھی) (مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر:ص688)

ترجمہ: جب مسئلہ میں بہت سے وجوہ (معانی) ہوں اور ایک وجہ (معنی) کفر سے مانع ہو تو مفتی کو اس وجہ کی جانب مائل ہونا ہے، اور وجہ مانع پر دیگر وجوہ کو ترجیح نہ دے۔

اور بحر الرائق میں ہے: حاصل یہ کہ جو کلمہ کفر ہنسی مذاق یا کھیل کود کے طور پر کہے، وہ سب کے یہاں کافر ہے، اور اس کے اعتقاد کا اعتبار نہیں۔

اور جس نے لغزش یا اکراہ کے سبب کلمہ کفر کہا، وہ سب کے یہاں غیر کافر ہے، اور جس نے کلمہ کفر جانتے ہوئے قصداً کہا، وہ سب کے نزدیک کافر ہے، اور جو کلمہ کفر اپنے اختیار سے اس کے کلمہ کفر ہونے سے لاعلمی کی حالت میں کہا، اس کے کفر میں اختلاف ہے۔

جو ظاہر ہوا، وہ یہ ہے کہ کسی مسلم کو کافر قرار نہیں دیا جائے گا، جب کہ اس کے کلام کو کسی اچھے مفہوم پر محمول کرنا ممکن ہو، یا اس امر کے کفر ہونے میں اختلاف ہو، گرچہ کوئی ضعیف روایت ہو، پس اس بنیاد پر تکفیر کے ذکر کردہ اکثر الفاظ پر کفر کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا، اور میں نے اپنے اوپر لازم کرلیا ہے کہ ان میں سے کسی امر پر (کفر کا) فتویٰ نہ دوں۔

فقہا کے مذہب دوم کا بیان

ایک شکل یہ ہے کہ جس قول کے کفر ہونے پر تمام فقہی مذاہب کے فقہا متفق ہوں، صرف اس قول کے قائل پر کفر کا حکم عائد کیا جائے۔ دوسری شکل یہ کہ اس فقہی مذہب کے مشائخ اس قول کے کفر ہونے پر متفق ہوں، تب حکم کفر عائد کیا جائے۔ اگر اسی مذہب کے فقہا کا اختلاف ہو تو حکم کفر جاری نہ کیا جائے۔ جب کفر کا حکم نہ ہو تو وہاں حرمت وعدم جواز وغیرہ کا جو حکم ہو، وہ بیان کیا جائے، تاکہ قائل توبہ کرکے جرم سے پاک ہوجائے۔

امام حصکفی نے الفاظ کفر سے متعلق رقم فرمایا: (والفاظه تُعْرَفُ فِی الْفَتَاوٰی—بَلْ

اُفْرِدَتْ بِالتَّالِيْفِ-مَعَ اَنَّهٗ لَا يُفْتٰى بِالْكُفْرِ بِشَيْءٍ مِنْهَا اِلَّا فِيْمَا اتَّفَقَ الْمَشَائِخُ عَلَيْهِ) (الدر المختار: جلد چہارم:ص408)

ترجمہ: کتب فتاویٰ میں الفاظ کفر مشہور ومعروف ہیں، بلکہ (ان کے بیان کے لیے) مستقل تصانیف ہیں، باوجودے کہ ان میں سے کسی امر کے سبب کفر کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا ،مگر جس پر مشائخ کرام کا اتفاق ہو۔

قاضی مقلد ومفتی مقلد کے احکام

حکم کفر جاری کرنے سے متعلق قاضی مقلد اور مفتی مقلد دونوں کے لیے جداگانہ حکم ہیں ۔قاضی مقلد کو اپنے فقہی مذہب کے مفتی بہ اور معتمد وراجح قول کے مطابق کفر وعدم کفر کا فیصلہ کرنا ہے۔وہ مسئلہ تکفیر میں بھی اپنے فقہی مذہب کے مطابق فیصلہ جاری کرے گا۔ مفتی مقلد سے متعلق دو مذہب ماقبل میں مذکور ہوئے ۔قاضی مقلد کا حکم مندرجہ ذیل ہے۔

(1) صدرالشریعہ قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:''فیصلہ صحیح ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ قاضی اپنے مذہب کے موافق فیصلہ کرے۔اگر اپنے مذہب کے خلاف فیصلہ کیا، دانستہ اس نے ایسا کیا یا بھول کر، بہر حال اس کا حکم نافذ نہ ہوگا،مثلاً حنفی کو یہ اختیار نہیں کہ وہ مذہب شافعی کے موافق فیصلہ کرے''۔(بہار شریعت: حصہ دوازدہم:ص905-المدینۃ العلمیہ)

(2) امام رافعی شافعی سے نقل کرتے ہوئے امام ابن حجر ہیتمی نے رقم فرمایا:

(فَاِنْ كَانَ مَدْلُوْلُ لَفْظِهٖ كُفْرًا مُجْمَعًا عَلَيْهِ،حُكِمَ بِرِدَّتِهٖ-فَيُقْتَلُ اِنْ لَمْ يَتُبْ-وَاِنْ كَانَ فِيْ مَحَلِّ الْخِلَافِ-نظر فی الراجح من الادلة ان تأهل- والا اخذ بالراجح عند اكثر المحققين من اهل النظر-فَاِنْ تَعَادَلَ الْخِلَافُ اُخِذَ بِالْاَحْوَطِ-وَهُوَ عَدَمُ التَّكْفِيْرِ-بَلِ الَّذِيْ اَمِيْلُ اِلَيْهِ اذا اُخْتُلِفَ فِي التَّكْفِيْرِ-وَقْفُ حاله وَتَرْكُ الْاَمْرِ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى-انتهٰى)

(الفتاوی الحدیثیہ :ص222-دارالفکر بیروت)

ترجمہ: پس اگر قائل کے لفظ کا مدلول کفر اجماعی ہوتو اس کے مرتد ہونے کا حکم دیا جائے گا، پھر اگر وہ توبہ نہ کرے تو اسے قتل کیا جائے گا، اور اگر اس کے لفظ کا مدلول کفر اختلافی ہوتو راجح دلائل پر غور کرے، اگر مفتی اس کا اہل ہو، ورنہ اہل نظر محققین کی اکثریت کے یہاں راجح قول کو اختیار کرے، پس اگر اختلاف مساوی ہوتو زیادہ احتیاط والے حکم یعنی عدم تکفیر کو اختیار کرے، بلکہ میرا میلان اس جانب ہے کہ جب تکفیر میں اختلاف ہوتو قائل کے حکم کو موقوف رکھے اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کردے۔(امام رافعی کی عبارت تمام ہوئی)

مجمع علیہ قول کو اختیار کرنے اور احتیاط کرنے کا حکم مفتی مقلد کے لیے ہے۔قاضی مقلد اپنے مذہب فقہی کے مطابق فیصلہ کرے گا۔اگر چہ اس امر کے کفر ہونے میں دیگر مذاہب کے فقہا کا اختلاف ہو۔قاضی مقلد اپنے فقہی مذہب کے مطابق فیصلہ کرے گا۔

(3)امام رافعی شافعی کے قول کی تشریح میں امام ابن حجر ہیتمی نے رقم فرمایا:

(وقوله:وان كان فی محل الخلاف،الخ:محله فی غير قاض مقلد رفع اليه امره–وَاِلَّا لَزِمَهُ الْحُكْمُ بما يقتضيه مذهبه–اِنْ اِنْحَصَرَ الْاَمْرُ فِيْهِ سَوَاءٌ وَافَقَ الْاِحْتِيَاطَ اَمْ لَا) (الفتاوی الحدیثیہ :ص222-دارالفکر بیروت)

ترجمہ:امام رافعی کا قول (اور اگر وہ کفر مختلف فیہ ہو:الخ) اس کا مقام قاضی مقلد کے علاوہ ہے جس کے پاس معاملہ پیش کیا گیا ہو، ورنہ قاضی مقلد کو اپنے مذہب کے مقتضیٰ کے مطابق فیصلہ کرنا لازم ہے، اگر معاملہ اسی میں منحصر ہو، خواہ وہ احتیاط کے موافق ہو یا نہ ہو۔

علامہ ہیتمی کے قول (اِنْ اِنْحَصَرَ الْاَمْرُ فِيْه) سے مراد یہ ہے کہ قاضی مقلد کے مذہب میں ایسے قائل کی تکفیر سے متعلق کوئی اختلاف نہ ہو، بلکہ معاملہ تکفیر میں منحصر ہو، اور اس مذہب کے فقہا کے درمیان ایسے قائل کی تکفیر متفق علیہ ہوتو کفر کا حکم دے گا۔دیگر

مذاہب کے فقہا کا اس کی تکفیر میں اختلاف ہوتو قاضی مقلد کوان کے قول پر عمل کا حکم نہیں۔

(4) امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے قاضی سے متعلق رقم فرمایا:

(1) والی ملک رئیس خود مختار حاکم اسلام یا بحال ضرورت حسب روایات جامع الفصولین وتتارخانیہ وردالمحتار وغیرہا اتفاق رعایا سے قاضی مطلق بنایا ہوا، یا ان کا مقلد قاضی ماذون بالاستخلاف جس مقدمہ میں کسی اہل قضا کے فیصلہ کا حکم دے، وہ فیصلہ فیصلہ قاضی شرع ہے۔ کسی کو اس کے نقض کا اختیار نہیں، مگر جب کہ اپنے مذہب معتمد مفتی بہ کے خلاف واقع ہوا ہوتو منقوض ہوگا، بلکہ راساً صحیح نہ ہوا، اگر چہ خلاف اجماع نہ ہو۔

ردالمحتار میں ہے:(**القاضی مامور بالحکم باصح اقوال الامام فاذاحکم بغیرہ لم یصح**) (قاضی امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے صحیح ترین قول پر حکم کا مامور ہے، اگر اس کے بغیر حکم کیا تو وہ حکم صحیح نہ ہوگا۔ت)

درمختار میں ہے:(**لایخیر الا اذا کان مجتهدا–بل المقلد متی خالف معتمد مذهبه لاینفذ حکمه وینقض هو المختار للفتوی کما بسطه المصنف فی فتاواه وغیره:واللّٰه تعالٰی اعلم**)

(اختیار نہ ہوگا مگر مجتہد کو، بلکہ مقلد جب اپنے قابل اعتماد مذہب کے خلاف حکم کرے گا تو وہ نافذ نہ ہوگا اور اس کو کالعدم قرار دیا جائے گا۔ یہی فتویٰ کے لیے مختار ہے جیسا کہ مصنف وغیرہ نے اس کو اپنے فتاویٰ میں مبسوط کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ت)

(2) فی الواقع وہ حکم بعد استجماع شرائط صحت منقوض نہیں ہوسکتا۔ ہاں، اگر خلاف مذہب معتمد ہو، رد کر دیا جائے گا اور نفاذ نہ پائے گا۔ فتاویٰ علامہ قاسم بن قطلو بغا میں ہے:

(**لیس للقاضی المقلد ان یحکم بالضعیف ولو حکم لاینفذ–اه مختصرا–وتمامه فی فتاوٰنا–واللّٰه تعالٰی اعلم**)

مقلد قاضی کو جائز نہیں کہ وہ ضعیف قول پر حکم دے، اور اگر اس نے ایسا کیا تو نافذ نہ ہوگا اھ مختصراً، اور اس کی مکمل بحث ہمارے فتاویٰ میں ہے: واللہ تعالیٰ اعلم ۔ت)

(فتاویٰ رضویہ: جلد ہفتم: ص419-420- رضا اکیڈمی لاہور)

(فتاویٰ رضویہ: جلد 18: ص359- جامعہ نظامیہ لاہور)

کفر فقہی سے متعلق امام اہل سنت کی تنقیح

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا: ''صدر کلام میں واضح ہو چکا کہ یہ کلام ہمارے ائمہ مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول نہیں۔ استدلال مسئلہ منصوصہ میں طبع آزمائی مشائخ ہے۔ فقہیات میں ائمہ کرام کے بعد مشائخ اعلام کی تقلید بھی علی الراس والعین کہ:

(علینا اتباع ما رجحوہ وصححوہ کما لو افتونا فی حیاتھم)

(ہمارے ذمہ اسی کا اتباع ہے جسے ان حضرات نے راجح وصحیح قرار دیا، جیسے وہ اپنی زندگی میں ہمیں فتویٰ دیتے تو ہماری ذمہ داری یہی ہوتی۔ت)

مگر ہر سخن نکتہ وہر نکتہ مکانے دارد

(ہر بات میں کوئی نکتہ اور ہر نکتہ کا کوئی موقع ہوتا ہے۔ت)

موافق، مخالف سب اہل عقول کا قدیمی معمول کہ ہر فن کی بات اس کی حد تک محدود ومقبول۔ تحقیق حلال وحرام میں فقہ کی طرف رجوع ہوگا اور صحت وضعف حدیث میں تحقیقات فن حدیث کی طرف۔ طبی مسئلہ نحو سے نہ لیں گے، نہ نحوی طب سے۔

علما فرماتے ہیں: شروح حدیث میں جو مسائل فقہیہ کتب فقہ کے خلاف ہوں، مستند نہیں، بلکہ تصریح فرمائی کہ خود اصول فقہ کی کتابوں میں جو مسئلہ خلاف کتب فروع ہو، معتمد نہیں، بلکہ فرمایا جو مسئلہ کتب فقہ ہی میں غیر باب میں مذکور ہو، مسئلہ مذکور فی الباب کا مقادم نہ ہوگا کہ غیر باب میں کبھی تساہل راہ پاتا ہے: (وقد بیننا کل ذلک فی رسالتنا

المبارکۃ ان شاء اللّٰہ تعالٰی فصل القضاء فی رسم الافتاء)

(یہ سب ہم نے اپنے رسالہ: ''فصل القضاء فی رسم الافتاء'' میں بیان کیا ہے جو بابرکت ہے، اگراللہ تعالٰی نے چاہا۔ت)

جوفرق مراتب گما کر خلط مبحث کرے، جاہل ہے یا غافل ذاہل۔ برزخ ومعاد امور غیبیہ ہیں جن میں قیاس واجتہاد کو دخل نہیں۔ان کا پتا تو نبی امین الغیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہی کے ارشاد سے چل سکتا ہے، نہ مشائخ کی رائے سے، بلکہ علمائے کرام کو اس میں اختلاف ہے کہ عقائد میں تقلید مقبول ہے یا نہیں۔ اللہ تعالٰی کو ایک، رسول کو سچا، جنت ونار کو موجود، سوال وعذاب ونعیم قبر کو حق جاننے میں اس کا کوئی محل نہیں کہ فلاں فلاں مشائخ ایسا فرماتے تھے، محض ان کے اعتبار پر مان لیا ہے۔ ہاں، عقائد میں کتاب وسنت واجماعِ اُمت وسواد اعظم اہل سنت کا اتباع ہے، اس لیے کہ خدا رسول نے ہمیں بتادیا کہ اجماع ضلالت پر ناممکن اور سوادِ اعظم کا خلاف ابتداع ہے۔

اب کتاب مجید دیکھئے تو بلا شبہ ثابت فرمارہی ہے کہ روح میّت نہیں، روح بے ادراک نہیں، روح کے ادراک بدن پر موقوف نہیں، روح فنائے بدن کے بعد باقی ومدرک رہتی ہے برخلاف ان عبارات مشائخ کے جنھیں تم نے روح پر عمل کر کے صریح کتاب اللہ کے خلاف کردیا۔ سنتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سنئے تو کیسی صریح وصحیح وجلیل وجزیل حدیثیں سماع موتیٰ ثابت فرمارہی ہیں جنھیں سن کر پتھر موم ہوجائے۔ اجماع مانگیے تو اس نقول اوپر منقول، سواد اعظم درکار تو اس کا نمونہ مقصد سوم سے آشکار۔ یارب! پھر خلاف کی طرف راہ کدھر، بھلا یہ تو برزخ ومعاد کا مسئلہ ہے جن کے لیے کوئی فصل وباب کُتب فقہ میں نہ پائے گا کہ وہ بحث فقہ سے یکسر جدا ہیں۔

کسی قول یا فعل کا موجب کفر ہونا تو خود افعالِ مکلفین ہی سے بحث ہے۔اس کے

بیان کو کتب فقہ میں ''باب الردۃ'' مذکور اور صدہا اقوال وافعال پر انہی مشائخ کے بے شمار فتوائے کفر مسطور، مگر محققین محتاط تارکین تفریط وافراط باآں کہ سچے دل سے حنفی مقلد اور ان مشائخ کرام کے خادم ومعتقد ہیں۔ زنہار ان پر فتویٰ نہیں دیتے اور حتی الامکان تکفیر سے احتراز رکھتے، بلکہ صاف فرماتے ہیں کہ اگر کوئی روایت ضعیفہ اگر چہ دوسرے ہی مذہب کی دربارۂ اسلام مل جائے گی، اسی پر عمل کریں گے، اور جب تک تکفیر پر اجماع نہ ہولے، کافر نہ کہیں گے، وہی درمختار جس میں (اما نحن فعلینا اتباع ما رجحوہ: الخ) تھا، اسی میں ہے:

(الفاظه تعرف فی الفتاویٰ بل افردت بالتالیف مع انه لا یفتی بالکفر بشیء منها الا فیما اتفق المشائخ علیه کما سیجیء—قال فی البحر: وقد الزمت نفیس ان لا افتی بشیء منها)

یعنی الفاظ کفر کتب فتاویٰ میں معروف ہیں، بلکہ ان کے بیان میں مستقل کتابیں تصنیف ہوئیں، اس کے ساتھ ہی یہ کہ ان میں سے کسی کی بناء پر فتویٰ کفر نہ دیا جائے گا، مگر جہاں مشائخ کا اتفاق ثابت ہو جیسا کہ عنقریب کلام مصنف میں آتا ہے۔ بحر الرائق میں فرمایا: میں نے اپنے اوپر لازم کرلیا ہے کہ ان میں سے کسی پر فتویٰ نہ دوں۔

تنویر الابصار میں ہے: **(لایفتی بتکفیر مسلم امکن حمل کلامه علی محمل حسن او کان فی کفره خلاف ولوروایة ضعیفة)**

کسی مسلمان کے کفر پر فتویٰ نہ دیا جائے، جب کہ اس کا کلام اچھے پہلو پر اتار سکیں، یا کفر میں خلاف ہو، اگر چہ ضعیف ہی روایت سے۔

ردالمحتار میں ہے: **(قال الخیر الرملی: اقول ولو کانت الروایة لغیر اهل مذهبنا ویدل علیٰ ذلک اشتراط کون ما یوجب الکفر مجمعاً علیه)**

یعنی علامہ خیر الدین رملی استاد صاحبِ دُرمختار نے فرمایا: اگر چہ وہ روایت دوسرے

مذہب مثلاً شافعیہ یا مالکیہ کی ہو، اس لیے کہ تکفیر کے لیے اُس بات کے کفر ہونے پر اجماع شرط ہے۔

یہ علامہ بحر صاحب البحر وعلامہ خیر رملی و مدقق علائی در بارۂ تقلید جیسا تصلب شدید حق وسدید رکھنے والے ہیں، ان کی تصانیف جلیلہ بحر واشباہ ورسائل زینیہ ودر وفتاویٰ خیر یہ وغیر ہا کے مطالعہ سے واضح، مگر یہاں اُن کے کلمات دیکھئے کہ جب تک اجماع نہ ہو، فتویٰ مشائخ پر عمل نہ کریں گے، ہم نے التزام کیا ہے کہ اس پر فتویٰ نہ دیں گے تو وجہ کیا، وہی کہ یہ بحث اگرچہ افعال مکلفین سے متعلق ہے، مگر فقہ کا دائرہ تو حیثیت حلال وحرام تک منتہی ہو گیا۔

آگے کفر واسلام، اگرچہ یہ اعظم فرض وہ اخبث حرام، مگر اصالۃً اس مسئلہ کا فن علم عقائد وکلام۔ وہاں تحقیق ہو چکا ہے کہ جب تک ضروریات دین سے کسی شیٔ کا انکار نہ ہو، کفر نہیں تو ان کے غیر میں اجماع ہرگز نہ ہوگا اور معاذ اللہ ان میں سے کسی کا انکار ہو تو اجماع رُک نہیں سکتا، لہٰذا تمام فتاویٰ ونقول سے قطع نظر کر کے مسائل اجماعیہ میں حصر فرمادیا''۔

(فتاویٰ رضویہ: جلد نہم: ص942-943- جامعہ نظامیہ لاہور)

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم وآلہ العظیم

باب چہارم

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ واصحابہ اجمعین

توبہ نامہ کے ایک سو ایک امور

الطاری الداری میں ایک سو ایک امور کی فہرست ہے۔ان میں سے بعض امور ضلالت ومعصیت ہیں اور بعض امور ایسے ہیں کہ بعض احتمال کے اعتبار سے وہ کفر کلامی ہے اور بعض اعتبار سے کفر فقہی ہے۔مفتی پر لازم ہے کہ کسی کلام میں ننانوے احتمال کفر کے ہوں اور ایک احتمال ایمان کا ہو تو مفتی اس کلام کو ایمان والے احتمال پر محمول کرے۔اسی اعتبار سے علامہ عبدالباری کے ایسے محتمل کلام کو امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے کفر کلامی پر محمول نہیں کیا۔

اگر قائل کی مراد کفری احتمال ہو تو مفتی کی تاویل سے قائل کو کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔عند الشرع وہ کافر ہی ہوگا۔محتمل کلام پر قطعی حکم نافذ کرنے سے قبل مفتی پر لازم ہے کہ ملزم سے اس کی مراد دریافت کرے۔چوں کہ علامہ عبدالباری سے توبہ کی بات ہو رہی تھی،لہٰذا ان کو توبہ کی ترغیب دی گئی اور ایسی صورت میں قطعی حکم نافذ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔

واضح رہے کہ مفتی کا محتمل کلام کو ایمانی احتمال پر محمول کرنا قائل کا قطعی حکم نہیں ہوتا ہے، بلکہ مفتی کو شرعاً جو حکم ہے، اس کی تکمیل ہوتی ہے۔اس کی تفصیلی بحث ہمارے رسالہ:''کفر کلامی اور کفر فقہی''میں مرقوم ہے۔سہولت کے لیے وہ بحث ذیل میں نقل کی جاتی ہے۔

محتمل الفاظ کا حکم جن میں احتمالات مساوی ہوں

کفر کلامی،کفر متعین کا نام ہے۔اس میں متعدد احتمالات نہیں ہوتے، بلکہ ایک متعین معنی ہوتا ہے۔کفر فقہی قطعی میں احتمال بعید ہوتا ہے۔احتمال بعید کو فقہا قبول نہیں کرتے ہیں اور حکم کفر نافذ کرتے ہیں۔کفر فقہی قطعی فقہا کے یہاں کفر قطعی،التزامی واجماعی ہے۔

ظنی کلام میں احتمال راجح واحتمال مرجوح ہوتا ہے۔احتمال راجح کوظنی کہا جاتا ہے، اور احتمال مرجوح کو وہمی ۔کوئی کلام ایسا محتمل ہوتا ہے کہ اس میں متعدد معانی کا مساوی احتمال ہوتا ہے، جیسے مشترک لفظ کے متعدد معانی ہوتے ہیں۔کبھی لفظ میں حقیقت ومجاز دونوں کا احتمال ہوتا ہے۔قرائن کے سبب کسی معنی کوترجیح دی جاتی ہے۔

جس کلام میں کفری احتمال اور غیر کفری احتمال مساوی درجے کا ہو،کوئی راجح اورکوئی مرجوح نہ ہو،اس کا حکم یہ ہے کہ مفتی اس کو غیر کفری معنی پر محمول کرے۔اگر قائل کی مراد بھی غیر کفری معنی ہےتو وہ مومن ہےاوراگر قائل کی مراد کفری معنی ہےتو وہ عنداللہ کافر ہے،گر چہ مفتی نے اس کلام کوغیر کفری معنی پرمحمول کر کے اس کے کفر کا فتویٰ نہ دیا ہو۔ایسی صورت میں لازم ہے کہ قائل توبہ وتجدید ایمان وتجدید نکاح کر کے عنداللہ بری الذمہ ہو جائے ۔مفتی کے عدم کفر کا فتویٰ اس کے حق میں مفید نہیں۔ایسی صورت میں ملزم پر قطعی حکم نافذ کرنے کے لیے قائل سے اس کی مراد دریافت کرنا ہوگا۔مفتی کا حکم مندرجہ ذیل ہے۔

(1)امام حصکفی نے رقم فرمایا:((و)اعلم انه(لایفتی بکفر مسلمٍ اَمْکَنَ حَمْلُ کَلَامِه عَلٰی مَحْمَلٍ حَسَنٍ اَوْ کَانَ فی کفره خلاف ولو)کان ذلک (روایةً ضعیفةً)کما حرره فی البحر وعزاه فی الاشباه الی الصغریٰ–وفی الدرر وغیرها:اذا کان فی المسئلة وجوهٌ توجب الکفر وَوَاحِدٌ یَمْنَعُه– فَعَلَی الْمُفْتِیْ المیل لِمَا یَمْنَعُه–ثم لَوْنِیَّتُه ذلک فَمُسْلِمٌ وَاِلَّا لَمْ یَنْفَعْه حَمْلُ الْمُفْتِیْ عَلٰی خِلَافِه)(الدرالمختار:جلد چہارم:ص414)

ترجمہ:جان لوکہ ایسے مسلمان کے کفر کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا کہ جس کے کلام کواچھے مفہوم پرمحمول کرنے کی گنجائش ہو،یااس کے کفر میں اختلاف ہو،گرچہ وہ ضعیف روایت ہو، جیسا کہ اسے البحرالرائق میں تحریر فرمایا اور الاشباہ والنظائر میں اس کوفتاویٰ صغریٰ کی طرف

منسوب کیا اوردرر وغیرہ میں ہے کہ جب مسئلہ میں بہت سے وجوہ (معانی) کفر کوثابت کرتے ہوں،اورایک وجہ کفر سے مانع ہوتو مفتی کواس جانب مائل ہونا ہے جوکفر سے مانع ہو ، پھراگرقائل کی نیت وہی وجہ (معنی) ہوتو مسلمان ہے،ورنہ مفتی کا اس کے معنی مراد کے خلاف پر(اس کے کلام کو)محمول کرنا اسے نفع نہیں دے گا۔

(2) علامہ شامی نے عبارت منقولہ بالا کی تشریح میں رقم فرمایا:(قولہ(ولو روایةً ضعیفةً)قال الخیر الرملی:اقول:ولو کانت الروایةُ لِغَیْرِ اَھْلِ مَذْھَبِنَا-ویدل علٰی ذلک اشتراط کون ما یُوْجِبْ الْکُفْرَ مُجْمَعًا عَلَیْہِ-الخ-قولہ(کَمَا حَرَّرَہ فی البحر)قَدَّمْنَا عِبَارَتَہ قبیل قولہ-وشرائط صحتھا-قولہ(وجوہٌ)ای احتمالاتٌ کَمَا مَرَّ فی عبارة البحر عن التتارخانیة-اَنَّہ لَا یُکَفَّرُ بِالْمُحْتَمِلِ)

(ردالمختار: جلد چہارم:ص415-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ:امام حصکفی کا قول:(گرچہ روایت ضعیف ہو)علامہ خیرالدین رملی استاد صاحبِ دُرمختار نے فرمایا:اگرچہ وہ روایت دوسرے مذہب (مثلاً شافعیہ یامالکیہ) کی ہو، سبب کفر کے اجماعی ہونے کی شرط لگانا اسی پر دلالت کرتا ہے۔(الیٰ آخرہ)

امام حصکفی کا قول:(جیسا کہ البحرالرائق میں اس کوتحریرفرمایا) ہم نے البحرالرائق کی عبارت کوامام حصکفی کے قول(وشرائط صحتہا) سے کچھ پہلے پیش کردیا۔

امام حصکفی کا قول:(وجوہ)یعنی احتمالات،جیسا کہ فتاویٰ تاتارخانیہ(کے حوالے) سے البحرالرائق کی عبارت میں گزرا کہ محتمل کلام پرتکفیر نہیں کی جائے گی۔

(3) فتاویٰ ہندیہ میں مرقوم ہے:

(اذا کان فی المسئلة وجوہٌ توجب الکفر ووجہٌ واحدٌ یمنع-فَعَلَی الْمفتی اَنْ یَمیل الٰی ذٰلک الوجہ-کذا فی الخلاصة-فی البزازیة ،الا اذا

صَرَّحَ بارادةٍ تُوْجِبُ الْكُفْرَ فَلَا يَنْفَعُهُ التَّاوِيل حِيْنَئِذٍ-كذا فى البحر الرائق)

(فتاویٰ عالمگیری: جلد دوم:ص283-البحرالرائق جلد پنجم:ص210)

ترجمہ: جب مسئلہ میں بہت سے وجوہ (معانی) کفر کو ثابت کرتے ہوں،اور ایک وجہ کفر سے مانع ہوتو مفتی کو اسی وجہ کی جانب مائل ہونا ہے (جو کفر سے مانع ہو)،ایسا ہی خلاصہ میں ہے۔فتاویٰ بزازیہ میں ہے:مگر جب قائل اس وجہ کو مراد لینے کی صراحت کردے جو کفر کو ثابت کرتی ہو،پس اس وقت (مفتی کی) تاویل اس کو فائدہ نہیں دے گی ،ایسا ہی البحر الرائق میں ہے۔

(4) علامہ ابن عابدین شامی نے ''البحرالرائق'' سے نقل کرتے ہوئے رقم فرمایا:

(وفی الخلاصة وغیرها:اذا کان فی المسئلة وجوهٌ توجب التکفیر ووجهٌ واحدٌ یمنعه-فعلی المفتی ان یمیل الی الوجه الذی یمنع التکفیر تَحْسِيْنًا لِلظَّنِّ بِالْمُسْلِمِ-زاد فی البزازیة-اِلَّا اِذَا صَرَّحَ بِاِرَادَةِ مُوْجِبِ الْكُفْرِ فلا ینفعه التاویل ح-وفی التتارخانیة:لَا يَكْفُرُ بِالْمُحْتَمِلِ-لان الکفرَ نهایة فی العقوبة فیستدعی نهایةً فی الجنایة-ومع الاحتمال لا نهایة)

(ردالمحتار: جلد چہارم:ص408-البحرالرائق: جلد پنجم:ص210)

ترجمہ: خلاصہ وغیرہ میں ہے: جب مسئلہ میں بہت سے وجوہ (معانی) کفر کو ثابت کرتے ہوں،اور ایک وجہ کفر سے مانع ہوتو مومن کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہوئے مفتی کو اس وجہ کی جانب مائل ہونا ہے جو کفر سے مانع ہو۔فتاویٰ بزازیہ میں اضافہ کیا:مگر جب قائل اس وجہ کو مراد لینے کی صراحت کردے جو کفر کو ثابت کرتی ہو،پس اس وقت (مفتی کی) تاویل اس کو فائدہ نہیں دے گی۔فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے:محتمل کلام پر تکفیر نہیں کی جائے گی ،اس لیے کہ کفر انتہائی سزا ہے،پس انتہائی جرم کو چاہے گا،اور احتمال کے وقت انتہائی جرم نہیں۔

(5) ملاعلی قاری حنفی نے رقم فرمایا:(قَدْ ذَكَرُوْا اَنَّ المسئلة المتعلقة بالكفر اِذَا كَانَ لَهَا تِسْعٌ وَتِسْعُوْنَ اِحْتِمَالًا لِلْكُفْرِ واحتمالٌ واحدٌ فى نفيه-فَالْاَوْلٰى لِلْمُفْتِىْ والقاضى ان يعمل بالاحتمال النافى)(شرح الفقہ الاکبر:ص199)

ترجمہ:اصحاب علم نے بیان فرمایا کہ کفر سے تعلق رکھنے والے مسئلہ میں جب ننانوے احتمال کفر کے ہوں اور ایک احتمال نفی کفر کا ہوتو مفتی اور قاضی کے لیے بہتر ہے کہ کفر کی نفی کرنے والے احتمال پر عمل کرے۔

منقولہ بالا عبارتوں میں بتایا گیا کہ محتمل الفاظ میں مفتی عدم تکفیر کی طرف مائل ہو، جب کفر وعدم کفر کا احتمال مساوی درجے کا ہو۔اگر قائل صراحت کردے کہ ہماری مراد کفری معنی ہے تو مفتی نے جس احتمال کے سبب عدم کفر کا فتویٰ دیا ہے، وہ فتویٰ قائل کے حق میں مفید نہیں ہوگا۔اس پر لازم ہے کہ خود توبہ وتجدید ایمان وتجدید نکاح کرلے۔

محتمل الفاظ میں قائل سے سوال کا حکم

جب مفتی سے کسی محتمل لفظ کے بارے میں سوال ہو جس میں کفر وعدم کفر دونوں کا احتمال مساوی ہوتو فتویٰ دینے سے قبل قائل کی مراد دریافت کرلے۔قائل جو اپنی مراد بتائے ،اسی کے اعتبار سے مفتی شرعی حکم بیان فرمائے۔اگر قائل کی مراد معلوم نہ ہوسکے تو اپنی جانب سے عدم کفر کا حکم دے جس کا ذکر ماقبل کی بحث میں گزر چکا کہ کسی کلام میں چند معانی کا احتمال ہو۔بعض احتمال کفر اور بعض احتمال غیر کفر ہوتو مفتی غیر کفری معنی کو اختیار کرے۔

(1) امام ابن حجر ہیتمی مکی شافعی نے رقم فرمایا:(ومنها ما صَرَّحَ بِهٖ اَئِمَّتُنَا كالرافعى فى"العزيز" والنووى فى"الروضة والمجموع" وغيرهما-مِنْ اَنَّ الْمُفْتِىَ اذا سُئِلَ عَنْ لَفْظٍ يَحْتَمِلُ الْكُفْرَ وَغَيْرَهٗ-لَا يَقُول هو مهدر الدم او مباحه اويقتل او نحو ذلك-بل يقول:يُسْئَلُ عَنْ مُرَادِهٖ-فَاِنْ فَسَّرَهٗ

بِشَیْءٍ،عُمِلَ بِہٖ) (الفتاوی الحدیثیہ:ص38-دارالفکر بیروت)

ترجمہ:انہی میں سے وہ ہے جس کی صراحت ہمارے ائمہ کرام جیسے امام رافعی کبیر نے کتاب العزیز میں اور امام نووی نے روضۃ الطالبین اور المجموع شرح المہذب وغیرہما میں فرمائی کہ مفتی سے جب ایسے لفظ کے بارے میں سوال ہو جو کفر اور غیر کفر کا احتمال رکھتا ہوتو وہ نہیں کہے گا کہ اس کا خون حلال ہے، یا وہ مباح الدم ہے، یا اس کو قتل کیا جائے، یا اس جیسی بات، بلکہ وہ کہے گا کہ اس کی مراد دریافت کی جائے ، پس قائل اس کی کچھ تشریح کرے تو اسی پر عمل کیا جائے گا۔

(2)علامہ ابن حجر ہیتمی مکی شافعی نے رقم فرمایا:(سُئِلَ نَفَعَ اللّٰہُ بِہٖ-بِمَا لَفْظُہٗ:

مَنْ قَالَ اِنَّ المؤمن یعلم الغیب-ھل یکفر لقولہ تعالٰی(قُلْ لَا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ)وقولہ(عَالِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْہِرَ عَلٰی غَیْبِہٖ اَحَدًا)-اَوْ یُسْتَفْصَلُ لِجَوَازِ الْعِلْمِ بِجُزْئِیَّاتٍ مِنَ الْغَیْبِ.

فَاَجَابَ بِقَوْلہ رحمہ اللّٰہُ وَنَفَعَنَا بِہٖ-آمین:

لَا یُطْلَقُ القول بکفرہ- لِاِحْتِمَالِ کَلَامِہٖ-وَمَنْ تَکَلَّمَ بِمَا یَحْتَمِلُ الْکُفْرَ وَغَیْرَہٗ-وَجَبَ اِسْتِفْصَالُہٗ کما فی الروضۃ وغیرھا.

ثم قال الرافعی:ینبغی اذا نُقِلَ عَنْ اَحَدٍ لَفْظٌ ظَاھِرُہُ الْکُفْرُ،اَنْ یُتَاَمَّلَ وَیُمْعَنَ النَّظْرُ فیہ-فَاِنْ اِحْتَمَلَ مَا یُخْرِجُ اللَّفْظُ عَنْ ظاھرہ-مِنْ اِرَادَۃِ تَخْصِیْصٍ اَوْ مَجَازٍ اَوْ نَحْوِھِمَا-سُئِلَ اللَّافِظُ عَنْ مُرَادِہٖ-وَاِنْ کَانَ الْاَصْلُ فِی الْکَلَامِ الْحَقِیْقَۃُ وَالْعُمُوْمُ وَعَدَمُ الْاِضْمَارِ-لِاَنَّ الضَّرُوْرَۃَ مَاسَّۃٌ اِلَی الْاِحْتِیَاطِ فِیْ ھٰذَا الْاَمْرِ-وَاللَّفْظُ مُحْتَمِلٌ-فَاِنْ ذَکَرَمَا ینفی عنہ الکفر مما یَحْتَمِلُہُ اللَّفْظُ،تُرِکَ-وَاِنْ لَمْ یَحْتَمِلُ اللَّفْظُ خِلَافَ ظَاھِرِہٖ-اَوْذَکَرَغَیْرَمَا

یَحْتَمِلُ–اَوْلَمْ یَذْکُرْ شَیْئًا اُسْتُتِیْبَ–فَاِنْ تَابَ قُبِلَتْ تَوْبَتُہٗ–وَاِلَّا فَاِنْ کَانَ مَدْلُوْلُ لَفْظِہٖ کُفْرًا مُجْمَعًا عَلَیْہِ –حُکِمَ بِرِدَّتِہٖ فَیُقْتَلُ اِنْ لَمْ یَتُبْ.

وان کان فی محل الخلاف–نَظَرَ فی الراجح من الادلة اِنْ تَاَھَّلَ–وَاِلَّا اَخَذَ بالراجح عند اکثر المحققین من اھل النظر–فَاِنْ تَعَادَلَ الْخِلَافُ–اَخَذَ بِالْاَحْوَطِ–وھوعدم التکفیر–بل الذی امیل الیه اذا اُخْتُلِفَ فِی التَّکْفِیْرِ ،وَقْفُ حَالِہٖ وَتَرْکُ الامر فیه الی اللّٰہ تَعَالٰی–انتھٰی کلامه

وقوله:وان کان فی محل الخلاف:الخ–محله فی غیر قاض مقلد رُفِعَ الیه امره–وَاِلَّا لَزِمَہُ الْحُکْمُ بِمَا یَقْتَضِیْہِ مَذْھَبُہٗ ان انحصر فیه–سواء وافق الاحتیاطَ اَمْ لَا–وَمَا اَشَارَ اِلَیْہِ الرَّافِعِیُّ مِنَ الْاِحْتِیَاطِ فی اراقة الدماء ما امکن، وَجِیْہٌ– فقد قال حجة الاسلام الغزالی:تَرْکُ قتل الف نفس استحقوا القتلَ، اَھْوَنُ من سفک محجم من دم مسلم بغیر حق.

ومتٰی اُسْتُفْصِلَ فَقَالَ:اَرَدْتُ بقولی:"المؤمن یعلم الغیب"–اَنَّ بَعْضَ الْاَوْلِیَاءِ قَدْ یُعَلِّمُہُ اللّٰہُ بِبَعْضِ الْمُغِیْبَاتِ–قُبِلَ مِنْہُ ذٰلِکَ–لانه جائزٌ عَقْلًا وَوَاقِعٌ نَقْلًا–اذ ھو من جملة الکرامات الخارجة عن الحصر علٰی ممر الاعصار–فبعضھم یعلمه بخطاب–وبعضھم یعلمه بکشف حجاب–وبعضھم یکشف له عن اللوح المحفوظ حَتّٰی یَرَاہُ)

(الفتاوی الحدیثیہ:ص222-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ:امام ابن حجر ہیتمی (اللہ ان کے ذریعہ نفع بخشے) سے ان الفاظ سے سوال کیا گیا:

(سوال)جو کہے کہ مومن غیب جانتا ہے۔کیا وہ ارشاد باری تعالیٰ (قل لا یعلم: الآیہ)اور فرمان خداوندی (عالم الغیب:الآیہ) کے سبب کافر ہو جائے گا، یا غیبی جزئیات

کے علم کے جواز کے سبب اس سے تفصیل دریافت کی جائے گی؟

پس امام ہیتمی نے اپنے کلام سے جواب دیا: اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور ان سے ہمیں فائدہ عطا فرمائے: (آمین)

قائل کے کلام میں احتمال کے سبب اس کے مطلقاً کافر ہونے کا قول نہیں کیا جائے گا اور جو ایسا کلام کہے جو کفر و غیر کفر کا احتمال رکھتا ہو تو اس سے تفصیل طلب کرنا واجب ہے جیسا کہ روضۃ الطالبین وغیرہ میں ہے۔

پھر امام رافعی نے فرمایا: جب کسی سے ایسا لفظ نقل کیا جائے جس کا ظاہر کفر ہو تو غور وفکر کرنا اور اس میں گہری نظر ڈالنا ضروری ہے، پس اگر اس کا احتمال ہو جو لفظ کو اس کے ظاہری معنی سے نکال دے، یعنی تخصیص مراد لینا یا مجازی معنی مراد لینا یا ان جیسے احتمالات تو قائل سے اس کی مراد دریافت کی جائے گی، گرچہ کلام میں اصل، حقیقت، عموم اور عدم اضمار ہے، کیوں کہ اس امر (تکفیر) میں احتیاط کی ضرورت درپیش ہے اور لفظ محتمل ہے۔

پس اگر قائل وہ بتائے جو اس سے کفر کی نفی کردے، جس کا لفظ احتمال رکھتا ہو تو تکفیر ترک کردی جائے گی، اور اگر لفظ اپنے ظاہر کے خلاف کا احتمال نہ رکھے، یا قائل اس کے علاوہ معنی بتائے جس کا لفظ احتمال رکھتا ہے، یا کچھ نہ بتائے تو اس سے توبہ کرائی جائے گی تو اگر توبہ کرلے تو اس کی توبہ قبول کرلی جائے گی، ورنہ اگر اس کے کلام کا معنی اجماعی کفر ہو تو اس کے ارتداد کا حکم دیا جائے گا، پس اسے قتل کیا جائے گا، اگر وہ توبہ نہ کرے۔

اور اگر وہ کفر اختلافی ہو تو دلائل میں سے راجح دلیل میں غور کرے، اگر نظر وفکر کی اہلیت رکھتا ہو، ورنہ اہل نظر محققین میں سے اکثر کے یہاں راجح صورت کو اختیار کرے، پس اگر اختلاف مساوی ہو (کسی جانب اکثریت نہ ہو) تو زیادہ احتیاط والی صورت اختیار کرے، اور وہ عدم تکفیر ہے، بلکہ جس جانب میرا میلان ہے، وہ یہ ہے کہ جب تکفیر میں اختلاف ہو تو

اس کے حکم میں توقف کرے، اور اس کا معاملہ اللہ پر چھوڑ دے۔امام رافعی کا کلام ختم ہوا۔

امام رافعی کا قول کہ اگر وہ کفر اختلافی ہو، الخ ۔اس کا محل قاضی مقلد کے علاوہ ہے جس کے پاس معاملہ پیش کیا گیا ہو، ورنہ قاضی مقلد کو اس کے مطابق فیصلہ کرنا لازم ہے جسے اس کا فقہی مذہب تقاضا کرتا ہے، اگر معاملہ اسی میں منحصر ہو، خواہ وہ احتیاط کے مطابق ہو یا مطابق نہ ہو۔اور جو امام رافعی نے خون بہانے (قتل کرنے) میں حتی الامکان احتیاط کی جانب اشارہ کیا، وہ قابل توجہ ہے۔امام غزالی نے فرمایا ہے کہ قتل کی مستحق ہزار جانوں کے قتل کو چھوڑ دینا کسی ایک مسلمان کے خون کو ناحق ظلماً بہانے سے زیادہ آسان ہے۔

اور جب قائل سے تفصیل طلب کی گئی تو اس نے کہا کہ میں نے اپنے قول (مومن غیب جانتا ہے) سے مراد لیا کہ بعض اولیائے کرام کو کبھی اللہ تعالیٰ بعض غیوب کا علم عطا فرما دیتا ہے تو اس کی یہ بات قبول کی جائے گی، کیوں کہ یہ عقلاً جائز ہے اور نقلاً واقع ہے، اس لیے کہ یہ ان کرامات میں سے ہے کہ مرور ایام کے سبب وہ حصر وشمار سے باہر ہے، پس بعض اولیائے کرام غیب کو الہام الٰہی سے جانتے ہیں اور بعض اولیائے کرام غیب کو کشف حجاب سے جانتے ہیں اور بعض اولیائے کرام کے لیے لوح محفوظ منکشف کر دیا جاتا ہے، یہاں تک کہ وہ اس کو دیکھتے ہیں۔

الحاصل کبھی ایک کلام میں متعدد معانی کا احتمال ہوتا ہے۔بعض معانی کفریہ ہوتے ہیں، بعض غیر کفریہ۔جب کلام کبھی متعدد معانی کا احتمال رکھے۔بعض معانی کفریہ ہوں، اور بعض معانی غیر کفریہ۔احتمالات مساوی ہوں، راجح ومرجوح نہ ہوں تو ایسی صورت میں حکم کی بنیاد قائل کی نیت پر ہوتی ہے، لہٰذا فتویٰ سے قبل قائل کی مراد دریافت کی جائے گی۔

کلام میں متعدد احتمال ہونے کی چند مثالیں مندرجہ ذیل ہیں۔

(3) علامہ ابن حجر ہیتمی مکی شافعی نے رقم فرمایا: (وما ذکرہ فی–اَنْصِفِ اللّٰہَ

يُنْصِفُکَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ– من انه کفرٌ–فيه نظرٌ ظاهرٌ–لانه ان اراد به–ان اطعته اَثَابَکَ فَوَاضِحٌ انه غير کفر–وان اراد حقيقةَ الانصاف المشعرة بالاحتياج اِتَّجَهَ الْکُفْرُ–لان من اعتقد ان اللّٰهَ يَحْتَاجُ الٰی اَحَدٍ من خلقه فَلَا شَکَّ فی کفره–وَاِنْ اَطْلَقَ –تَرَدَّدَ النظر فيه–والظاهر انه غير کفر لان الانصاف لايستلزم ذلک) (الاعلام بقواطع الاسلام:ص 367)

ترجمہ:اور جو ذکر کیا (اللہ کے ساتھ انصاف کرو،اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمہارے ساتھ انصاف فرمائے گا) میں کہ یہ کفر ہے۔اس میں ظاہری اعتراض ہے،کیوں کہ اگر اس سے یہ مراد لیا کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کروگے تو اللہ تعالیٰ تجھے ثواب عطا فرمائے گا تو واضح ہے کہ یہ کفر نہیں ہے،اور اگر اس سے حقیقی انصاف مراد لیا جو محتاجگی کو بتاتا ہے تو کفر متوجہ ہوگا،اس لیے کہ جس نے یہ اعتقاد کیا کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے کسی کا محتاج ہے تو اس کے کفر میں کوئی شک نہیں،اور اگر (مذکورہ جملے کو) مطلق رکھا تو اس میں اعتراض کا شبہہ ہوگا اور ظاہر ہے کہ یہ کفر نہیں،کیوں کہ انصاف (کا مجازی معنی) اس شبہہ کو مستلزم نہیں۔

(4) علامہ ابن حجر ہیتمی مکی شافعی نے رقم فرمایا:**(قَدْ ذَکَرَالنووی عَفَا اللّٰهُ عَنْهُ فی شرح المهذب–انه يقال:قَصَدَ اللّٰهُ کَذَا–بِمَعْنٰی اَرَادَ–فَمَنْ قَالَ:لَيْسَ لَه نِيَّةٌ اَیْ قَصْدٌ–فَاِنْ اَرَادَ اَنَّه لَيْسَ لَه قَصْدٌ کَقَصْدِنَا فَوَاضِحٌ–وکذا اِنْ اَطْلَقَ –اَوْ اَرَادَ اَنَّهُ لَا اِرَادَةَ لَهُ اَصْلاً–فَاِنْ اَرَادَ الْمَعْنَی الَّذِیْ يَقُوْلُهُ الْمُعْتَزِلَةِ فَلَا کُفْرَ اَيْضًا–اَوْ اَرَادَ سَلْبَهَا مُطْلَقًا،لَابالمعنی الذی يقولنه فهو کُفْرٌ)**

(الاعلام بقواطع الاسلام:ص 367)

ترجمہ:امام نووی علیہ الرحمۃ والرضوان نے شرح مہذب میں ذکر کیا ہے کہ کہا جاتا ہے:(اللہ تعالیٰ نے اس کا قصد فرمایا) اس معنی میں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا ارداہ فرمایا۔

پس جس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے نیت یعنی قصد نہیں ہے تو اگر یہ مراد لیا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہمارے قصد کی طرح قصد نہیں تو واضح ہے (کہ یہ کفر نہیں) اور اسی طرح اگر مطلق رکھا (کچھ نیت نہ کیا)

یا یہ مراد لیا کہ اللہ تعالیٰ کا بالکل کوئی ارادہ نہیں ہوتا، پس اگر وہ معنی مراد لیا جس کے معتزلہ قائل ہیں تو یہ بھی کفر نہیں (بلکہ ضلالت وگمرہی ہے)، یا اگر ملطقاً سلب ارادہ مراد لیا، معتزلہ کا بیان کردہ معنی مراد نہ لیا تو یہ کفر ہے۔

جب رب تعالیٰ سے من کل الوجوہ ارادہ کا سلب کر دے تو یہ جبر مطلق ہے۔ یہ فلاسفہ کا عقیدہ ہے۔ فلاسفہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فاعل بالایجاب ہے، یعنی فاعل مختار نہیں کہ اپنی مرضی سے جو چاہے، کرے۔ یہ عقیدہ کفریہ ہے۔ فلسفہ کی کتابوں میں فن الٰہیات میں اس کا تفصیلی ذکر موجود ہوتا ہے۔ فلاسفہ کے کفر کا ایک اہم سبب مذکورہ عقیدہ بھی ہے۔

امام فخر الدین حسن بن منصور اوزجندی معروف بہ قاضی خاں نے رقم فرمایا:

(5) امام فخر الدین حسن بن منصور اوزجندی حنفی معروف بہ قاضی خاں نے رقم فرمایا:

(رجل قال لغیرہ "صَلِّ الْمَكْتُوْبَةَ" فقال: "لا اصلیها الیوم" - اختلفوا فیه - ذکر الناطفی عن محمد رحمهما اللّٰه تَعَالٰی انه قال:

قول الرجل: "لا اصلی" یحتمل وجوهًا اربعة.

احدها: لا اصلی، فقد صلیتها - والثانی: لا اصلی بقولک، فَقَدْ اَمَرَنِیْ مَنْ هُوَ خَیْرٌ مِنْکَ - والثالث: لا اصلی فسقا ومجانة - ففی هذہ الوجوه الثلث لا یکفر - والرابع: لا اصلی - فلیس تجب عَلَیَّ الصَّلٰوۃُ وَلَمْ اُوْمَرْ بِهَا یعنی جحودها، یصیر کافرًا - قال الناطفی رحمه اللّٰه تعالٰی: فعلٰی هذا اذا اطلق، وقال: "لا اصلی" لا یکفر، لان هذا اللفظ محتمل)

(فتاویٰ قاضی خاں: جلدسوم:ص573-داراحیاء التراث العربی بیروت)

ترجمہ: ایک آدمی نے کسی کو کہا: فرض نماز پڑھو، پس اس نے کہا: آج میں فرض نماز نہیں پڑھوں گا۔علما کا اس میں اختلاف ہے۔امام ناطفی نے امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا: آدمی کا ''لا اصلی'' (میں نماز نہیں پڑھوں گا) کہنا چار معانی کا احتمال رکھتا ہے۔(۱) ان میں سے ایک یہ ہے کہ میں نہیں پڑھوں گا، کیوں کہ میں فرض پڑھ چکا ہوں۔(۲) دوسرا معنی یہ کہ میں تمہارے کہنے سے نہیں پڑھوں گا، کیوں کہ مجھے اس نے حکم فرمایا ہے جو تم سے بہتر ہے۔(۳) تیسرا معنی یہ کہ میں فسق وبے حیائی کے سبب نہیں پڑھوں گا، پس ان تینوں صورتوں میں کفر نہیں ہے۔(۴) چوتھا معنی یہ کہ میں نماز نہیں پڑھوں گا، کیوں کہ مجھ پر نماز فرض نہیں اور مجھے اس کا حکم نہیں دیا گیا، وہ نماز کا انکار مراد لیتا ہے تو وہ کافر ہو جائے گا۔امام ناطفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: پس اس بنا پر جب وہ مطلق رکھا اور کہا کہ میں نماز نہیں پڑھوں گا تو کافر نہیں ہوگا، کیوں کہ یہ لفظ محتمل ہے۔

منقولہ بالاعبارتوں میں بیان کیا گیا کہ بعض الفاظ وکلمات میں تین، چار معانی کا احتمال ہوتا ہے۔ایسے محتمل الفاظ میں مفتی کو کامل تحقیق کے بعد ہی حکم نافذ کرنا ہے۔

(6) فتاویٰ رضویہ میں ہے کہ ایسے محتمل کلام کا معنی قرینہ سے بھی معلوم ہوتا ہے۔

سوال: اگر وعظ میں کوئی کہے کہ بعد خدا کے درجہ عالم کا ہے فقط، تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر اس نے عالم سے مراد یہی عرفی علما لیے جنہیں مولوی کہتے ہیں تو یہ کلمہ کفر ہوگا کہ اس میں انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام پر علما کی تفضیل لازم آتی ہے اور اگر مطلق عالم مراد لیا کہ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی شامل ہے۔تمام عالم سے اعلیٰ واعلم تو وہی ہیں تو ضرور حق ہے اور جب بات محتمل ہے تو قائل پر کوئی حکم نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کے قرائن کلام سے متعین نہ ہوتا ہو۔(فتاویٰ رضویہ: جلد14:ص645-646-جامعہ نظامیہ لاہور)

محتمل کلام میں کب حکم کفر نافذ ہوگا؟

فقہائے کرام نے جن امور کو کفر بتایا ہے، ان کفریات کا قائل جب وہی معنی مراد لے جس بنا پر فقہا نے ان کلمات کو کفر کہا ہے، تب قائل پر حکم کفر نافذ ہوگا۔ اگر قائل نے غیر کفری معنی مراد لیا ہے تو حکم کفر نافذ نہیں ہوگا۔ یہ کیفیت محتمل کلام ومشترک الفاظ میں ہوگی، یعنی جہاں متعدد معانی کا احتمال ہو، تب یہ حکم ہے کہ فقہا نے جس معنی کو کفر قرار دیا ہے، قائل کی وہی مراد ہے، تب حکم کفر نافذ ہوگا۔ اگر تاویل بعید کے اعتبار سے حکم کفر نافذ نہیں ہوتا ہے تو فقہائے کرام کے یہاں تاویل بعید کا لحاظ نہیں ہوگا اور حکم کفر نافذ ہو جائے گا۔

امام عبد الغنی نابلسی حنفی (۱۰۵۰ھ-۱۱۴۳ھ) نے رقم فرمایا: (**جمیع ما وقع فی کتب الفتاوٰی من کلمات الکفر التی صرح المصنفون فیها بالجزم بالکفر یکون الکفر فیها محمولًا علٰی ارادة قائلها المعنی عللوا به الکفر–واذا لم تکن ارادة قائلها ذلک فلا کفر**) (الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیہ: جلد اول: ص 304- مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد: پاکستان)

ترجمہ: فتاویٰ کی کتابوں میں مرقوم وہ تمام کفریہ کلمات جن کے بارے میں مصنفین فتاویٰ نے کفر کے یقینی ہونے کی صراحت فرمائی ہے، ان کلمات میں ان کے قائلین کے وہ معنی مراد لینے پر کفر محمول ہوگا جس معنی کے سبب مصنفین نے (ان کلمات کو) کفر بتایا، اور جب ان کلمات کے قائلین کی مراد وہ معنی نہ ہو تو کفر نہیں۔

کفر فقہی ظنی میں عدم کفر کا احتمال بالدلیل ہوتا ہے، اگر احتمال کی دلیل قوی ہو کہ کفر کو مرجوح کر دے تو وہاں بھی حکم کفر نافذ نہیں ہوگا، کیوں کہ عدم کفر کا احتمال قوی ہے۔

علامہ عبد الباری کے محتمل کلمات

الطاری الداری میں بعض کلمات میں کفر کلامی کا احتمال موجود ہے، لیکن یہ اسی وقت حل

ہوسکتا تھا جب علامہ عبدالباری فرنگی محلی وضاحت فرما دیتے کہ ان کی مراد کون سا احتمال ہے؟

علامہ عبدالباری فرنگی محلی نے گزارش کی تھی کہ میرے کفریات رقم فرما کر بھیجیں، میں توبہ کرلوں گا، لیکن وہ ضلالت ومعصیت سے فی الفور توبہ کرنے کا ارادہ نہیں کیے تھے۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے جواب دیا کہ بعض کلمات میں متعدد احتمالات ہیں، بعض اعتبار سے وہ کفر ہیں اور بعض اعتبار سے وہ حرام ہیں اور یہ بھی رقم فرمائے کہ توبہ کفر سے بھی ہونا چاہئے اور ضلالت ومعصیت سے بھی توبہ ہونی چاہئے۔ یہی حکم شرع ہے۔

(1) علامہ عبدالباری فرنگی محلی نے مولانا ریاست علی خاں شاہجہاں پوری کے ذریعہ مکتوب اول مرقومہ: ۲۷: جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ھ میں لکھوایا: ''جو کلمات یا افعال کفریہ مجھ سے جناب کے نزدیک سرزد ہوئے۔ ان کو جناب تحریر فرمادیں۔ ان سب میں جن کلمات اور جن شرائط سے جناب تحریر فرمائیں، اس طریق سے میں توبہ کرکے طبع کرادوں''۔

(الطاری الداری: حصہ اول: ص3- حسنی پریس بریلی شریف)

(2) امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے بستم جمادی الآخرہ ۱۳۳۹ھ کو علمائے اہل سنت کے ذریعہ ایک سو ایک امور کی فہرست بھیجی جس میں کفریات کے ساتھ ضلالات ومحرمات کا بھی ذکر تھا۔ اس کے بعد علامہ ریاست علی خاں کے مکتوب دوم مرقومہ: ۲۵: جمادی الآخرہ ۱۳۳۹ھ کے جواب میں ایک وضاحتی مکتوب بھیجے۔ اس مکتوب کے بعد علامہ عبدالباری نے مولانا ریاست علی خاں کے مکتوب سوم میں اپنا پیغام لکھوا کر بھیجوایا۔ اس میں مرقوم ہے:

''مولوی عبدالباری صاحب کو تحریر مبارک سے اطلاع دی گئی۔ جواب یہ فرمایا کہ مجھ سے اول تو کفریات سے توبہ کرنے کی ٹھہری تھی، نہ ضلالت اور محرمات سے اور اسی مضمون کا خط مولوی ریاست علی خاں سے جناب کی خدمت میں لکھوا دیا گیا تھا۔ جناب نے اس کو قبول فرمایا۔ اس وقت جناب نے یہ نہیں فرمایا کہ توبہ کفریات اور جملہ ضلالات اور محرمات

سے بعلانیہ میرے سامنے یا مجامع میں کرنا پڑے گی، بلکہ جناب نے اسی بنا پر ایک سو ایک کفریات چھانٹ کر مولویان صاحب کے ساتھ میرے پاس روانہ فرمائے۔ میں نے بھی اقرار کیا کہ میں کفریات سے توبہ کروں گا، مگر مجھ کو تردد پیدا ہوا کہ کلمات اور افعال سب کے سب ایک سو ایک کفریات ہیں یا محرمات بھی ہیں اور یہ جملہ کفریات صرف میری طرف منسوب ہیں یا نہیں اور چوں کہ میں نے بالفعل کفریات سے توبہ کرنے کا اقرار کیا ہے، لہٰذا کفریات لکھ دیئے جائیں، میں ان شاء اللہ تعالیٰ توبہ کرلوں گا''۔

(الطاری الداری: حصہ اول: ص 11-حسنی پریس بریلی شریف)

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے جوابی مکتوب دوم مرقومہ دوم شعبان المعظم ۱۳۳۹ھ میں رقم فرمایا: ''میرے نزدیک یہ کوئی اہم بات نہیں کہ کفریات وضلالات ومحرمات جدا جدا کردیئے جائیں۔ یہ میری تحریر مفصل سے حاصل ہے۔اس کے لیے توبہ کیوں رکے۔

تین فہرستیں بنانے میں ایک بڑا نقص حائل ہے۔بعض اقوال کفر وضلال وحرام دو یا تین احتمالوں میں دائر ہوں گے کہ اس صورت پر کفر، اس پر ضلال، اس پر حرام اور واقع ان میں سے ایک ہی ہوگی۔اب اگر انہیں ایک ہی فہرست میں رکھیں، باقی صورت یا صورر رہ جائیں گی اور ممکن کہ واقع وہی متروک ہو تو ناواقع سے توبہ ہوئی اور واقع سے نہ ہوئی اور اگر ہر فہرست میں رکھیں تو ایک کے دو یا تین قول ہوجائیں گے۔

ایک سو ایک سے عدد بہت بڑھ جائے گا اور بلا وجہ بڑھے گا اور بہر حال غیر واقع سے توبہ کا الزام ہوگا جو بے معنی ہے، لہٰذا فہرست یوں ہی رہے اور جس امر میں شبہ پڑے، میرا مضمون مفصل موجود ہے''۔(الطاری الداری: حصہ اول: ص 15-حسنی پریس بریلی شریف)

منقولہ بالا اقتباس سے واضح ہوگیا کہ علامہ عبدالباری کے اقوال وافعال میں متعدد احتمالات تھے اور مفتی کے لیے حکم ہے کہ محتمل کلام کو ایسے احتمال پر محمول کرے کہ قائل پر حکم کفر

نہ ہو، لہٰذا امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے ان اقوال و افعال پر ایسے مفہوم پر محمول کیا کہ علامہ عبد الباری پر کفر کلامی کا حکم نافذ ہو، گرچہ وہاں کفر کلامی کا احتمال بھی پایا جاتا ہو۔

چند محتمل کلمات کا تذکرہ

الطاری الداری (تحریر متوسط) میں مرقوم چند محتمل امور درج ذیل ہیں:

(۴) مبطل ختم نبوت کو "مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ" لکھنا کفر ہے۔

(۵) جس نے علم اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیص کی۔ ابلیس کو صفت خاصہ الوہیت میں خدا کا شریک مانا۔ مجلس میلا د مبارک کو جنم کنہیا خرافات کہا، اسے لکھنا "نہایت ادب سے معافی کا خواست گار ہوں"۔ اگر قلباً ہے کفر، اور نیچر کی تہذیب پر ہے تو اضلال عوام وسخت شنیع وحرام۔

(۶) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سا علم غیب ہر بچے پاگل جانور چوپائے کو ماننے والے، دن بھر اپنی نبوت جینے کو تسکین بتانے والے کو خیر اللاحقین بالمہرۃ السابقین کہنا اعتقاداً کفر ہے، ورنہ اضلال وحرام۔

(۷) دیوبندی وہابی مجوز کذاب خدا کو، جس نے اللہ تعالیٰ کا ظالم، جاہل، چور، شرابی ہونا تک جائز لکھا "مولانا صاحب" لکھنا، اسلامی جلسے کا صدر، مسلمانان ہند کا شیخ بنانا کفر یا کم از کم اضلال وضلال ہے۔

(۸) وہابی منکر رحمۃ للعالمین کو "مکرمی جناب مولانا صاحب السلام علیکم" لکھنا کلمہ کفر واضلال ہے۔ (الطاری الداری: حصہ اول: ص22- حسنی پریس بریلی شریف)

(۱۱) تبرائیان زمانہ مرتد ہیں۔ مرتد کو مسلمان خصوصاً معظم جاننا کفر ہے۔

(الطاری الداری: حصہ اول: ص22- حسنی پریس بریلی شریف)

(۱۷) حکیم الامہ سے جس کی طرف اشارہ ہے، اسے سنی علما میں داخل کرنا تحقیقاً

کفر، ورنہ اضلال وحرام ۔(الطاری الداری: حصہ اول:ص18 -حسنی پریس بریلی شریف)

مذکورہ بالا امور میں متعدد صورتیں ہیں ۔مرتد کو مرتد مان کرآزاد خیال لوگوں کے کلچر کے مطابق مولانا اور خیر اللاحقین بالمہرۃ السابقین کہنا حرام ہے ۔مرتد کو مومن مان کر مولانا اور خیر اللاحقین بالمہرۃ السابقین کہنا کفر کلامی ہے ،لیکن محتمل کلام میں قطعی حکم نافذ کرنے کے لیے قائل سے اس کی مراد دریافت کرنی ہوگی ۔چوں کہ علامہ عبدالباری توبہ کا بار بار وعدہ کر چکے تھے،لہٰذا ایسی صورت میں قطعی حکم نافذ کرنے کی ضرورت نہ تھی ۔

الطاری الداری (تحریر مفصل) میں ہے:''جس نے کہا:

''شیطان کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے ۔شیطان کو یہ وسعت علم نص سے ثابت ہوئی ۔فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے''۔

علم محیط زمین بلا شبہ فضیلت ہے ۔اس فضیلت میں شیطان کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ترجیح دینا اس کا پہلا کفر ہے ۔شیطان کی وسعت علم نص سے ثابت ماننا اور حضور کی وسعت علم بے ثبوت جاننا دوسرا کفر ہے ، پھر جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے اسے ثابت ماننے کو ایسا شرک کہا جس میں ایمان کا کوئی حصہ نہیں تو ضرور اسے صفت خاصہ الوہیت مانا ، پھر اسی منہ میں اسے ابلیس کے لیے ثابت جانا تو بداہۃً ابلیس کو خدا کا شریک ٹھانا ، یہ تیسرا کفر ہے ، پھر اتنی بڑی فضیلت عظیمہ کہ صفت خاصہ الوہیت سے اتصاف ابلیس کے لیے ثابت اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مسلوب ، یہ چوتھا کفر ہے ۔

ضرور فتوائے علمائے حرمین شریفین حق ہے کہ یہ شخص کافر مطلق ہے اور جو اسے کافر نہ جانے ، وہ بھی کافر ہے ۔ایسے کو اسلامی خطابوں سے مخاطب کرنا اور کہنا ''نہایت ادب سے معافی کا خواست گار ہوں'' کم از کم کبیرۂ شدیدہ اور مسلمان جان کر ہے تو صریح کفر''۔

(الطاری الداری: حصہ اول:ص32-33-حسنی پریس بریلی شریف)

منقولہ بالا اقتباس سے واضح ہوگیا کہ کافر کلامی کو مومن ماننا اور مومن مان کر ایسا کہنا کفر کلامی ہے۔اگر کافر کلامی کو کافر کلامی ہی مانے تو کفر کلامی کا حکم نافذ نہیں ہوگا۔

تکفیر تھانوی کے انکار پر کفر کا حکم ہوگا۔اس کا ذکر باب اول میں گزر چکا۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے مکتوب سیزدہم مرقومہ: یکم ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ میں رقم فرمایا:''میں نے خط سابق کے نمبر ۹۰و۹۱ میں کس قدر آفتاب سے زیادہ روشن کر دیا تھا کہ تھانوی کافر اور جو اس کے قول خبیث پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ جانے ،وہ بھی کافر''۔

(الطاری الداری: حصہ سوم:ص41-حسنی پریس بریلی)

عبدالماجد دریا آبادی کی کتاب

عبدالماجد دریابادی نے ایک کتاب ''فلسفہ اجتماع'' لکھی تھی۔اس میں کفریات کلامیہ تھے۔علامہ عبدالباری فرنگی محلی نے اس کتاب کا مطالعہ نہ کیا تھا، بلکہ عبدالماجد دریابادی سے دریافت کیا کہ تم نے اپنی کتاب میں کفر لکھا ہے۔اس نے کہا کہ میں نے کفر نہیں لکھا۔

علامہ عبدالباری نے اس کی بات پر اعتماد کر کے کہہ دیا کہ عبدالماجد کافر نہیں، نیز علامہ عبدالباری نے تحریر فرمایا تھا کہ عبدالماجد نے اپنے کفر سے توبہ کر لی ہے،لہٰذا وہ کافر نہیں۔

جب علامہ عبدالباری نے کتاب پڑھی نہیں تھی تو ان کو ان کو کفریات کا علم بھی نہ ہو سکا۔ اپنے اطمینان قلب کے لیے انہوں عبدالماجد دریا بادی سے دریافت کیا اور عبدالماجد نے جھوٹ کہا کہ اس کی کتاب میں کفریات نہیں ہیں۔علامہ عبدالباری نے اسی پر اعتماد کر لیا۔

جب علامہ عبدالباری کو عبدالماجد دریا بادی کے کفریات کا صحیح علم نہ تھا تو عبدالماجد کو کافر قرار نہ دینے کے سبب علامہ عبدالباری کی تکفیر کلامی نہیں ہوگی اور اگر عبدالماجد نے علامہ عبدالباری کے سامنے توبہ کر لی تھی تو بھی ان پر لازم تھا کہ عبدالماجد کی تکفیر نہ کریں۔

دونوں باتیں علامہ عبدالباری فرنگی محلی کی تحریر میں موجود ہیں۔تفصیل درج ذیل ہے:

(1)امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:''مولوی سلامت اللہ صاحب نے آپ کی تحقیق کا دوسرا ذریعہ یہ بتایا کہ''اور مزید اعتبار کے لیے مسٹر عبدالماجد سے زبانی دریافت کرلیا تھا کہ کیا واقعی قرآن شریف، مسیح ومریم صلوات اللہ علیہم کے بارے میں کوئی لغزش اعتقاد میں ہے۔انہوں نے صاف کہا کہ جو کچھ میرے الفاظ کو معانی پہنائے گئے ہیں، نہ میرا مقصد اس سے وہ معانی لکھنے کے وقت تھا، نہ اس وقت ہے، نہ مجھے اس کا احتمال تھا''۔

(الطاری الداری: حصہ دوم:ص38-حسنی پریس بریلی شریف)

(2)امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:''خود جناب کا خط ۳۰:ربیع الآخر شریف ۱۳۳۷ھ نمبری ۱۳۲۴ کہ حضرت عظیم البرکۃ حامی سنت ماحی بدعت ناصر ملت حضرت مولانا مولوی سید محمد میاں صاحب صاحبزادۂ سرکار نور بار مارہرہ مطہرہ دامت برکاتہم کے نام ہے۔خط مولوی سلامت اللہ کی تصدیق اور آپ کی منتہائے تحقیق بتانے کو بس ہوتا جس میں آپ فرماتے ہیں:''عبدالماجد کے فلسفۂ اجتماع کو نہ میں نے دیکھا، نہ دیکھنے کا ارادہ۔

عبدالماجد نے جو مرادات کفریہ ان کی طرف منسوب تھیں، میرے روبرو اپنی براءت کی۔مجھے اس سے زیادہ تحقیق کی اور کوئی ضرورت نہیں معلوم ہوتی ہے، نہ اس کی ضرورت ہے''۔(الطاری الداری: حصہ دوم:ص39-حسنی پریس بریلی شریف)

(3)الطاری الداری(حصہ اول)میں توبہ سے متعلق ایک مفصل تحریر ہے۔اس میں بھی یہی بتایا گیا ہے کہ علامہ عبدالباری نے عبدالماجد کی کتاب کا مطالعہ نہ کیا تھا۔جب انہوں نے وہ کتاب دیکھی نہیں تھی اور عبدالماجد کے اقرار عدم کفر کے سبب علامہ عبدالباری نے اس کی تکفیر کا انکار کیا تو اس صورت میں انکار تکفیر کے سبب علامہ عبدالباری پر حکم کفر نافذ نہیں ہوگا۔کفریات پر مطلع ہوکر ملزم کے کفر کا انکار کرنے والا کافر ہوتا ہے۔

تحریر مفصل میں ہے: ''میرا ایک خط ہمدم لکھنو ۲۸: ۱۹۱۸ء میں مصنف فلسفہ اجتماع کی نسبت شائع ہوا تھا کہ ''میں نے ہر طرح تحقیق کی کوئی امر کفر کا مولوی عبدالماجد کے متعلق ثابت نہ ہوا۔ عبدالماجد کے کفر کا میں قائل نہیں۔ خواہ مخواہ کی تاویلات سے کفر کا حکم دینا اگر رائج ہوجائے تو کم ایسے ہوں گے جن کے متعلق کہا جائے کہ وہ مسلمان کافر نہیں۔ وہ جو ارباب فتویٰ ہیں، ان کے اسلام میں گفتگو شروع ہوجائے گی۔ اب میں اس قابل ہوسکا کہ دیانۃً عبدالماجد کے متعلق رائے دے سکوں۔ مجھے اطمینان ہوگیا''۔

اس وقت تک مجھے اس کے اقوال پر اطلاع نہ تھی۔ اب معلوم ہوا کہ بلا شبہ فلسفہ اجتماع تودۂ کفر وارتداد ہے، مثلاً عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت مجہول النسب بچہ کہنا اور یہ کہ توحید کے بعد کسی کو رسول ماننے کی حاجت نہیں اور یہ کہ قرآن اپنے دعویٰ توحید پر قائم نہ رہا۔ تعظیم رسول کا اس میں ایک حرف بھی نہ ہونا چاہئے تھا اور یہ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی تعظیم کی آیتیں قرآن میں بڑھالیں وغیرہ وغیرہ۔

اب میں ایماناً تصدیق کرتا ہوں کہ یہ خواہ مخواہ کی تاویلات نہیں، بلکہ قطعاً یقیناً بلا شبہ فلسفہ اجتماع کفر اور اس کا مصنف کافر مرتد ہے۔ جو اس کے کفر میں شک کرے، وہ بھی کافر''۔

(الطاری الداری: حصہ اول: ص29- حسنی پریس بریلی شریف)

ایک سو ایک امور کے مآخذ

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا: ''تحریر مفصل جو حاضر کی تھی، اس کے ہر نمبر میں جناب کی تحریرات کا پورا حوالہ دیا تھا، وہ واپس فرمادی۔ ایک امر کہ تمام مسلمانان عالم کا اسلام برائے نام بتایا۔ اس سے جناب منکر ہوئے کہ مجھے یاد نہیں آتا۔ اس کا حوالہ اب بتادیا گیا، بلکہ تا بخانہ پہنچا دیا گیا۔ یوہیں آپ کو جس امر سے انکار ہو، پیش کیجئے اور مجھ سے حوالہ لیجئے، یا آپ کی یہ ضد بھی پوری کروں۔

ایک سوایک میں پہلے تین کے پتے تو آپ کو معلوم ہوگئے اور چھٹا آپ کے رسالہ ''النظامیہ'' میں ہے اور۹ تا۱۷ آپ کے خط مطبوع ہمدم در بارۂ تعزیت مرزا تقی میں ہیں اور ۵۸ و ۵۹ متفق دستخطی تحریر بمبئی جس پر مولوی عبدالحلیم صاحب بہاری اور آپ کے دستخط ہیں اور ۶۰ تا ۶۴ آپ کے خط مطبوع فیصلہ گاندھی شائع کردہ حسن نظامی میں ۔ باقی سب آپ کے خطبہ صدارت ورسالہ ہجرت ورسالہ قربانی گاؤمیں ۔۴ ورق کا وہ خطبہ ہے اور ۷ اورق کا رسالہ ہجرت اور ساڑھے چودہ کا رسالہ قربانی ۔ یہ ساڑھے پینتیس ورق کی کائنات ہے ۔ اس میں ٹٹولیے ۔ جو نہ ملے ، دکھا دینا میرا کام'' ۔(الطاری الداری: حصہ سوم:ص24-25)

<u>وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم وآلہ العظیم</u>

خاتمہ

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ واصحابہ اجمعین

کن امور پر مراسلاتی مباحثہ جاری رہا؟

حضرت علامہ عبدالباری فرنگی محلی قدس سرہ العزیز تکفیر تھانوی کے انکار سے ۱۹۱۷ء میں توبہ کر چکے تھے۔ دوسرا توبہ نامہ ۱۷: شعبان المعظم ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۶: اپریل ۱۹۲۱ء کو اخبار ''زمانہ'' میں شائع فرمائے۔ تیسرا توبہ نامہ ۱۱: رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۰: مئی ۱۹۲۱ء کو اخبار ''ہمدم'' میں شائع کرائے، لیکن تیسری توبہ کے بعد بھی وہ امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کے بھیجے ہوئے کاغذات پر دستخط نہ کیے، جس کے سبب مراسلاتی سلسلہ جاری رہا۔

تیسری توبہ کے بعد امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے علامہ عبدالباری کو تار بھیجا اور اپنے بھیجے ہوئے کاغذات پر دستخط کرنے کی گزارش کی۔ اس کے جواب میں علامہ عبد الباری نے پہلا مکتوب لکھا، اس کا جواب امام اہل سنت نے اپنے پہلے جوابی مکتوب میں دیا۔

اس کے بعد علامہ عبدالباری نے دوسرا مکتوب بھیجا۔ مکتوب اول اور مکتوب دوم میں انہوں نے پانچ امور کا ذکر کیا اور امام اہل سنت قدس سرہ العزیز سے ان کے جواب طلب کیے۔ ان پانچ امور پر مباحثے طویل ہوئے اور جانبین سے خطوط آتے جاتے رہے۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے ۲۲: مراسلات رقم فرمائے۔ مولانا عبدالباری فرنگی محلی نے ۱۷: ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ کو سولہواں مکتوب رقم فرمایا۔ اس کے بعد انہوں نے مراسلاتی سلسلہ موقوف کر دیا۔ امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے مراسلاتی سلسلہ جاری رکھا۔ امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے آخری مراسلہ دوم صفر المظفر ۱۳۴۰ھ کو روانہ فرمایا۔

(1) امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے ۱۹: ذی قعدہ ۱۳۳۹ھ کو مکتوب دہم بھیجا۔ اس

میں علامہ عبدالباری فرنگی محلی کے گزشتہ نوخطوط سے متعلق رقم فرمایا: ''تمام خطوط شریفہ میں صرف پانچ ادعا تھے جن کو جناب استفسارات سے تعبیر فرماتے ہیں:

ا: خط نمبری ۱۳۲۴ میں نفی اصل ایمان نہ تھی، بلکہ نفی کمال۔

ب: استحلال معصیت قطعیہ مطلقاً کفر ہونا خلاف تحقیق بحرالعلوم ہے۔

ج: وہابیہ دیوبندیہ مسلمان ہیں۔ان کے ساتھ اب وجد کے یہ برتاؤ تھے۔

د: فلاں رافضی تبرائی نہیں، علاوہ بریں باپ دادا کا ان سے خلا ملا تھا۔

ہ: اب وجد کو ہنود سے اتنا احتراز نہ تھا جتنا نصاریٰ سے۔ہم ان سے مدارات کو ممنوع قرار نہیں دے سکتے۔ہاں غلو وتعظیم سے توبہ کر سکتے ہیں۔

اول کا جواب روشن از آفتاب معروض ہو چکا۔دوم کا کافی جواب پہلے ہی نیاز نامہ ۱۹: ماہ مبارک میں گزارش ہولیا اور تحقیق شافی بعونہ تعالیٰ ایک مبحث مستقل میں عرض کروں گا، اگر جناب مفاہمہ سے عدول نہ کریں۔ان ۱۰۱ میں مدارات کا لفظ تک نہ تھا، سب غلو وتعظیم ہی تھے۔ان سے آپ توبہ کر سکتے ہیں، مگر کرنی منظور نہیں، ورنہ توبہ اور آیندہ پر اٹھا رکھنا، یعنی چہ''۔(الطاری الداری: حصہ دوم: ص82-83-حسنی پریس بریلی شریف)

(2) اسی مکتوب دہم میں امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا: ''اب بفضلہٖ عزوجل آپ کے تمام خطوط کا جواب ہو گیا۔کوئی حرف ضروری باقی نہ رہا۔اب تو آپ کی یہ ضد بھی پوری ہو گئی۔اب تو جملہ مباحثہ سابقہ ولاحقہ کا نمبروار جواب دیجئے''۔

(الطاری الداری: حصہ دوم: ص84-حسنی پریس بریلی شریف)

علامہ عبدالباری نے تیسرا توبہ نامہ ۱۱: رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ اخبار ''ہمدم'' میں شائع کرایا۔تیسری توبہ کے بعد امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے مبارک بادی کا تار بھیجا۔

حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تحریر فرمایا: ''جناب مولوی صاحب کا توبہ

نامہ شائع شدہ ہمدم یہاں آیا۔حضور پرنور اعلیٰ حضرت قبلہ مدظلہم الاقدس نے اس کی تہنیت میں ۱۵: ماہ رمضان المبارک کو یہ تار امضا فرمایا اور سلسلہ مراسلات شروع ہوا۔

تار بمولوی عبدالباری صاحب

توبہ مبارک۔خدا استقامت دے۔اب براہ مہربانی میرے اس کاغذ پر بھی دستخط فرما دیں جو میں نے بغرض توبہ بھیجا ہے تو موجب شکر ہے''۔

(الطاری الداری: حصہ دوم:ص10-حسنی پریس بریلی شریف)

علامہ عبدالباری نے اس تار کے جواب میں ۱۶: رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ کو مکتوب اول ارسال کیا۔اس میں رقم فرمایا:''جناب کا تار بہزار افتخار موصول ہوا۔مجھے حسبۃً للہ ودیانۃً جو مناسب معلوم ہوا، وہ کیا گیا ہے،مگر وہ کاغذ جو میرے پاس آیا ہے،اس قابل نہیں کہ اس پر دستخط کیا جاوے۔بعض امور ایسے بھی اس میں ہیں جو مجھے یاد نہیں کہ میں نے ان امور کو کیا ہے اور بعض ایسے ہیں کہ میرے اکابر کی تحقیق کے خلاف ہیں۔جو امور ایسے نہ تھے ،ان میں آپ پر اعتماد کر کے توبہ کر لی ہے۔مثالاً عرض ہے کہ امر اول مصنف فلسفہ اجتماع کے متعلق آپ پر اعتماد کر کے اس سے توبہ کر لی گئی۔امر ثانی وثالث کہ جس میں یہ کہا گیا ہے کہ میں نے اپنا ودیگر علمائے کبار وسادات عظام ومسلمین عالم کا اسلام برائے نام بتایا، یہ مجھے یاد نہیں پڑتا ہے۔اگر تحریر ہے تو کہاں اور اگر زبانی ہو تو کس سے۔جب تک یاد نہ آئے، اپنے کو مرتکب کیسے سمجھ لوں گا اور توبہ کیوں کر کروں گا۔اکثر جگہ مطلقاً معاصی کے استحلال کو کفر ٹھہرایا ہے،مگر حضرت جدی مولانا بحرالعلوم جن کی قائم مقامی کا مجھے ادعا ہے،قدس سرہ کی تحقیق اس کے خلاف ہے۔ملاحظہ ہو شرح فقہ اکبر۔اس وجہ سے تعمیل ارشاد سے قاصر ہوں''۔(الطاری الداری: حصہ دوم:ص۱۰-حسنی پریس بریلی شریف)

اس کے بعد امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے ۱۹: رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ کو پہلا

جوابی مکتوب روانہ فرمایا۔علامہ عبد الباری نے مکتوب دوم مرقومہ ۲۲: رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ میں رقم فرمایا:''اس قدر التماس ہے کہ ہمارے اکابر نے اعیان علمائے دیوبند کی تکفیر نہیں کی ہے۔اس واسطے جو حقوق اہل اسلام کے ہیں، ان سے ان کو کبھی محروم نہیں رکھا ہے۔مولوی قاسم صاحب کے نام کے خط و کتابیں ہمارے پاس موجود ہیں۔ہم نے یہ ارادہ کر لیا ہے کہ اب جس کے نام کا جو لقب کسی نے ہمارے اکابر سے لکھا ہے، اسی کی اتباع میں لکھا کروں گا۔اس سے زیادتی و کمی نہ کروں گا اور اس کے مماثل کے لیے بھی ایسا ہی لقب لکھوں گا۔

اسی طرح مجھے معلوم ہوا ہے کہ مرزا محمد تقی خود تبرائی نہیں تھے، بلکہ ان کے دستخطی فتاویٰ ہیں جن میں تبرا کو وہ منع کرتے ہیں اور اپنی کتب سے اس کے عدم جواز کو ثابت کرتے ہیں''۔

(الطاری الداری: حصہ دوم:ص16-حسنی پریس بریلی شریف)

ان دونوں مکتوب میں وہ پانچ باتیں مرقوم ہیں جن کے بارے میں امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان نے فرمایا کہ تمام خطوط میں صرف پانچ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

انجام کار علامہ عبد الباری فرنگی محلی قدس سرہ العزیز کی آخری اور چوتھی توبہ ماہ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ میں وقوع پذیر ہوئی جس کا ذکر باب اول (فصل چہارم) میں مرقوم ہے۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم وآلہ العظیم

مؤلف کے کلامی وفقہی رسائل وکتب

(1)البرکات النبویۃ فی الاحکام الشرعیہ(بارہ رسائل)

(2)مسئلہ تکفیر کس کے لیے تحقیقی ہے؟(خلیل بجنوری کے نظریات کارد)

(3)ضروریات دین:تعریفات واقسام(ضروریات دین کی تعریفات کا تجزیہ)

(4)فرقہ وہابیہ:اقسام واحکام(مرتد فرقوں کے چار طبقات واحکام کا بیان)

(5)تحقیقات وتنقیدات(لفظ خطا سے متعلق مضامین کا مجموعہ)

(6)اسماعیل دہلوی اور اکابر دیوبند(اسماعیل دہلوی اور اکابر دیوبند کا شرعی حکم)

(7)معبودان کفار اور شرعی احکام(معبودان کفار کی مدح سرائی کے احکام: تین حصے)

(8)مناظراتی مباحث اور عقائد ونظریات(اہل قبلہ کی تکفیر پر تبصرہ)

(9)تاویلات اقوال کلامیہ(کلامی اقوال کی توضیح وتشریح)

(10)معروضات وتأثرات(رسالہ:''اہل قبلہ کی تکفیر''پر معروضات:شش حصص)

(11)ضروریات دین اور عہد حاضر کے منکرین(دفتر اول)

(12)ضروریات دین اور عہد حاضر کے منکرین(دفتر دوم)

(13)ضروریات دین اور عہد حاضر کے منکرین(دفتر سوم)

(14)روشن مستقبل کے سنہرے خاکے(دین ومسلک کے فروغ کی تدابیر)

(15)تصاویر حیوانات:اقسام واحکام(کس تصویر کی حرمت پر اجماع ہے؟)

(16)عرفانی نظریات کے حساس مقامات(عرفان مذہب ومسلک پر تبصرہ)

(17)ہندودھرم اور پیغمبر واوتار(مکتوب مظہری کی توضیح وتشریح)

(18)ظلم وستم اور حفاظتی تدابیر(بدمذہبوں سے میل جول کے احکام)

(19)تکفیر دہلوی اور علمائے اہل سنت وجماعت(دہلوی کی تکفیر فقہی کا بیان)

(20)حوالہ دکھاؤ!ایک لاکھ انعام پاؤ!(تکفیر دہلوی سے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ)

(21) تقدیس الوکیل اور علامہ بابصیل (تنقیص نبوی کفر ہے یا زندیقیت؟)

(22) گمراہ محض کا ذبیحہ حلال (بدمذہبوں کے ذبیحہ کے احکام)

(23) وہابیوں سے نکاح ونکاح خوانی (وہابیوں سے نکاح کرنے، وہابیوں سے نکاح پڑھوانے اور وہابیوں ودیوبندیوں کوزکات دینے کے شرعی احکام کا بیان)

(24) باب اعتقادیات کے جدید مغالطے (مسئلہ تکفیر سے متعلق جدید مغالطے)

(25) کفر کلامی اور عدم فہم (ایک وائرل ویڈیو کے مشمولات پر تبصرہ)

(26) جدید عقائد ونظریات (قادیانیوں ودیوبندیوں سے متعلق غلط نظریات کا رد)

(27) حق پرستی اور نفس پرستی (غلط اقوال کی باطل تاویلات کا رد وابطال)

(28) جدید اعتقادی مغالطے (باب اعتقادیات کے جدید مغالطّوں کے جوابات)

(29) علامہ عبدالباری فرنگی محلی کی توبہ (اختلاف، توبہ اور چار توبہ نامہ کا تذکرہ)

(30) بدمذہبوں سے میل جول (بدمذہبوں سے ربط وتعلق وسیاسی اتحاد کے احکام)

(31) کفریہ عبارتوں کی خبر اور عدم تکفیر (قادیانی وعناصر اربعہ کی عبارتوں کی خبر وعدم تکفیر)

(32) سید احمد رائے بریلوی کا شرعی حکم (رائے بریلوی کی تکفیر فقہی کی بحث)

(33) سکوت دہلوی کا خیالی دعویٰ (اسماعیل دہلوی کے فرضی سکوت کا رد وابطال)

(34) تکفیر فقہی میں من شک کا استعمال (تکفیر فقہی میں من شک کے استعمال کے شواہد)

(35) حقانیت کی نشانیاں (اہل سنت وجماعت کی حقانیت کی علامتیں اور نشانیاں)

(36) الاضافات الجیدۃ علی الصوارم الہندیہ (حسام الحرمین کی جدید تصدیقات)

(37) ضروریات اہل سنت اور فقہائے احناف (انکار پر تکفیر فقہی کا حکم)

(38) قطعیات اربعہ اور ظنیات (قطعیات وظنیات اور اجماعی عقائد کی تشریح)

(39) کفر کلامی اور کفر فقہی (کفر کے اقسام واحکام کا تفصیلی بیان)

(40) عبارات شارح بخاری (فتاویٰ ومقالات کی عبارتوں کی تشریحات)

(41) فقیہ اور اہل نظر فقیہ (فقیہ واہل نظر فقیہ کے اوصاف اور فقہی اختلاف کا حکم)
(42) فتاویٰ رضویہ اور فقہی اختلاف (فتاویٰ رضویہ سے ہر فقیہ کو اختلاف کرنا صحیح نہیں)
(43) اتحاد اہل سنت اور احکام شریعت (اعتقادی مسائل کے حل کی ترغیب)
(44) مسئلہ تکفیر اور تحقیق یا تصدیق (صحیح تکفیر کلامی کی تصدیق کے شرائط کا بیان)
(45) الموت الاحمر اور الزامی جوابات (الموت الاحمر کی متعدد عبارتوں کی تشریح)
(46) لغزش وخطا اور ضد واصرار (بعد فہم کے جدید نظریہ پر معروضات وتاثرات)
(47) دیو بند وسراواں اور عناصر اربعہ (فرقہ سراویہ کی تلبیسات کا رد وابطال)
(48) اجماع متصل اور ضروریات دین (اجماع متصل اور اجماع مجرد کا بیان)
(49) ضروریات دین کا تعارف (ضروریات دین کی سات تعبیرات وتعریفات)
(50) حکیم ترمذی اور مسئلہ ختم نبوت (ختم نبوت سے متعلق حکیم ترمذی کی عبارت پر تبصرہ)
(51) کفر لزومی اور فقہا و متکلمین (کفر لزومی اور اصحاب تاویل کے احکام کا بیان)
(52) رام بھگتی اور متصوفین ووہابیہ (معبودان ہنود سے متعلق اسلامی احکام کا بیان)
(53) مذہبی شعار اور قومی شعار (کفار اصلی وبدمذہبوں کے مذہبی وقومی شعار کا بیان)
(54) کفار ومرتدین اور جمہوری ممالک (جمہوری ملکوں میں کفار ومرتدین کے احکام)
(55) برصغیر میں نیم رافضیت کا فروغ (عصر حاضر میں نیم رافضیت کا فروغ)
(56) کافر کلامی اور کافر فقہی (کافر کلامی کو کافر فقہی اور گمراہ کہنے کا شرعی حکم)
(57) قطعی مسائل میں ایک حق (قطعیات میں ایک قول کے حق ہونے کا بیان)
(58) نصیر الدین ومذبذبین (نصیر طوسی کی تاویل اور مذبذبین کی تحریف کا بیان)
(59) توبہ کی شہرت کاذبہ (شرعی احکام میں جھوٹی توبہ کا اعتبار نہیں)
(60) تکفیر دہلوی اور الزامی جواب (شہرت توبہ کے ذریعہ الزامی جواب کی بحث)
(61) عقائد اسلامیہ اور تصدیق وتحقیق (بلا استدلال ایمان کے صحیح ہونے کا بیان)

(62) قرآن وحدیث اور ضروریات دین (ضروری دینی کی دلیل: قرآن وحدیث کا بیان)

(63) عقل سلیم اور ضروریات دین (ضروری دینی کی دلیل: عقل سلیم کا بیان)

(64) علم عقائد وکلام: تعلیم اور ضرورت (علم عقائد وکلام کی ضرورت کا بیان)

(65) تخصص فی العقائد: نصاب ونظام (تخصص فی العقائد وعلم کلام کورس کی تفصیل)

(66) تاویل قریب اور تاویل بعید (تاویل قریب، تاویل بعید وتاویل متعذر کا بیان)

(67) ضروریات اہل سنت اور اجماعی عقائد (اجماعی عقائد کا بیان)

(68) تقلید حقیقی اور تقلید عرفی (ائمہ مجتہدین کی تقلید عرفی کا بیان اور غیر مقلدین کا رد)

(69) مصابیح المصابیح فی احکام التراویح (بیس رکعت تراویح کے دلائل)

(70) عمان اعلامیہ حقائق کے اجالے میں (عمان اعلامیہ کے نظریات کا رد وابطال)

(71) اہداء ثواب الخیرات الی الاحیاء والاموت (ایصال ثواب کے جواز کی بحث)

(72) شب میلاد کی افضلیت (شب ولادت اقدس کی افضلیت کی بحث)

(73) امواج البحر علیٰ اصحاب الصدر (غیر مقلدوں کے چند فقہی مسائل کا رد)

(74) قانون شریعت شافعی (فقہ شافعی کے روزہ، نماز، حج وزکات کے مسائل)

(75) السواد الاعظم من عہد الرسالۃ الیٰ قرب القیامہ (اہل سنت کی حقانیت کی علامات)

(76) احادیث وآثار اور مجتہدین اسلام (اذا صح الحدیث فہو مذہبی کی تشریح)

(77) سلفیوں کے اسلاف وائمہ (غیر مقلدین کے مذہبی پیشواؤں کا تذکرہ)

(78) کشف والہام اور تقلید مجتہدین (کشف والہام کے شرعی دلیل نہ ہونے کا بیان)

(79) گمراہ سے نکاح جائز نہیں (گمراہ سے نکاح کے ناجائز ہونے کا بیان)

(80) تعلیم دین اور اطفال مسلمین (دینی تعلیم کی ترغیب اور شرعی احکام کا بیان)

(81) مذاہب اربعہ اور مرجوح اقول (مرجوح قول پر عمل نہ کرنے کے حکم کا بیان)

(82) ولایت واجتہاد: وہبی یا کسبی؟ (درجہ اجتہاد کے مثل وہبی ہونے کا بیان)

(83) تلخیص رسائل رضویہ (اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے تین رسائل کی تلخیص)
(84) القول السدید فی الاجتہاد والتقلید (اجتہاد وتقلید سے متعلق تفصیلی مباحث)
(85) قیاس واجتہاد اور مجتہدین اسلام (قیاس واجتہاد کے شرائط ولوازم کا بیان)
(86) اجماعی مسائل اور مجتہدین اسلام (اجماعی مسائل سے اختلاف ناجائز ہونے کا ذکر)
(87) دفع الاعتراضات حول المزارات (مزارات سے متعلق وہابیوں کے نظریہ کا ابطال)
(88) الطاری الداری اور علامہ عبد الباری (شبہ کے سبب تکفیر کلامی سے انکار کی بحث)

متفرق کتب ورسائل

(1) آزاد بھارت کی سیاسی تاریخ (بھارت کی مرکزی حکومتوں کی مختصر تاریخ)
(2) دیوان لوح وقلم (دفتر اول) (مذہبی وغیر مذہبی مضامین کا مجموعہ)
(3) دیوان لوح وقلم (دفتر دوم) (مذہبی وغیر مذہبی مضامین کا مجموعہ)
(4) مدارس اسلامیہ: نصاب ونظام (مدارس کے نصاب ونظام پر تبصرہ وتجزیہ)
(5) تعلیمی مسائل (دینی وعصری تعلیم سے متعلق مضامین)
(6) قومی مسائل (بھارتی مسلمانوں کے ملی وسیاسی مسائل)
(7) البیان الکافی فی حیاۃ الشافعی (امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت مبارکہ)
(8) تاریخ آمد رسول (تاریخ ولادت اقدس کا تعین اور جواز میلاد کی بحث)
(9) امام احمد رضا کے پانچ سو باسٹھ علوم وفنون (پانچ سو باسٹھ علوم وفنون کی تفصیل)
(10) جنوبی کرناٹک اور حنفی وشافعی اتحاد (رویت ہلال واقتدا وغیرہ کے مسائل)
(11) تصانیف مجدد اسلام (امام اہل سنت کے سات سو چار رسائل کی فہرست)
(12) تجدید دین ومجددین (تجدید دین کی تشریح وتوضیح اور مجددین کی فہرست)
(13) عشق نبوی کے آداب ووسائل (عشق نبوی کے آداب واسباب کا بیان)

(14) سراج ملت: حیات وخدمات (حضرت سید سراج اظہر قدس سرہ کے حالات)

(15) تاریخ کیرلا (بھارت کی ریاست کیرلا کی مختصر اسلامی وسیاسی تاریخ)

(16) وہابیوں کی سیاسی بازی گری (وہابیوں اور دیوبندیوں کی سیاسی تاریخ)

(17) امام اعظم اور علم حدیث (علم حدیث میں امام اعظم کی مہارت کا بیان)

(18) ملک العلما اور صحیح البہاری (صحیح البہاری کا تعارف اور ضرورت)

(19) رفاعی کبیر: فضائل ومناقب (حضرت سید احمد کبیر رفاعی کے فضائل ومناقب)

(20) فقیہ زین الدین مخدوم شافعی (کیرلا کے مخدومی خاندان کے احوال وخدمات)

(21) شاہ محمد تیغ علی اور سلسلہ تیغیہ (حضرت شاہ محمد تیغ علی اور سلسلہ تیغیہ کے احوال)

(22) اسلامی کلمے اور مسنون دعائیں (اسلامی کلمے، دعائیں ونمازوں کی نیتیں)

(یہ ان کتابوں کی فہرست ہے جن کی پی ڈی ایف فائل دستیاب ہے)

اعلیٰ حضرت ایجوکیشنل انٹر کالج
سوسائٹی (تعلیمیسا. کاتھ)